بانی: مجتہد العصر مفتی دوراں حضرت العلام حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑی
بیاد: سلطان المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑی

ہفت روزہ
تنظیم اہلحدیث
لاہور

جماعت اہلحدیث کی خصوصی ترجمان

مدیر مسئول: حافظ محمد جاوید روپڑی
نگرانِ اعلیٰ: حافظ عارف سلمان روپڑی

جلد 56 | جمعۃ المبارک | 18 صفر 1433ھ 13 تا 19 جنوری 12ء | شمارہ 2 | فون 7656730 فیکس 7659847

ید اللہ علی الجماعۃ۔ ترمذی
لا جماعۃ الا بامارۃ۔ دارمی

بُخل قابلِ مذمت

بخل اور کنجوسی و کمینگی انسان کے اندر کو مار دیتی ہے۔ بخیل و کنجوس آدمی احساسات سے عاری ہو جاتا ہے اسلام نے بخل اور کنجوسی و کمینگی کے مقابلہ میں غریبوں، درد مندوں کے احساس، یتیموں و بیواؤں کی مدد اور فقراء و مساکین پر خرچ کرنے کا درس دیا ہے اور انفاق فی سبیل اللہ کی تبلیغ و تلقین کی ہے۔ جبکہ قرآن مجید میں بخیل شخص کے لیے بہت سخت وعید سنائی گئی ہے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ o (آل عمران: ۱۸۰)

''اور وہ لوگ جو اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے، بخل سے کام لیتے ہیں، وہ یہ گمان نہ کریں کہ یہ ان کے لیے اچھا ہے بلکہ یہ ان کے لیے برا ہے، وہ جس چیز کا بخل کر رہے ہیں، قیامت کے روز انہیں اس کا طوق پہنایا جائے گا۔''

اللہ رب العزت ہم سب کو کتاب و سنت پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

جامعہ اہل حدیث کا ویب سائٹ ایڈریس www.jaamia.com

مولانا معین الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا قاری تاج دین شاکر

مولانا معین الدین لکھویؒ
لکھوی خاندانؒ کا چشم و چراغ
تاریخ اہل حدیث کا اک باب تھا
شیخ الحدیث اور شیخ القرآن تھا
وہ شہ ارض اوکاڑہ وہ شہ ارض قصور
جرأت وہمت معین الدینؒ کی تھی بے مثال
ابدی نیند سوگئے دیپالپور امین ہیں
اتباع سنت میں اپنی مثال آپ تھے
دین کی اشاعت میں یہ خادم اسلام ہیں
تقریر ان کی ہر اک توحید میں ڈوبی ہوئی
سچ کہنے میں وہ برسر منبر بے باک تھے
سچ کہا کرتے رہے طلبہ کو ساری زندگی
اے خاندان لکھویہ تو حامل کردار ہے
اللہ ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے

بے لوث کی خدمت جس نے دین کی
اوکاڑہ میں جاری کیا محمدیہ باغ
مدبر اور مفکر لا جواب تھا
حق گو بے باک سیاست دان تھا
اخلاص للّٰہیت جن کی پنجاب میں ہوئی مشہور
دسمبر آٹھ دو ہزار گیارہ کو ہوا انتقال
مدفون جہاں پر بڑے بھائی محی الدین ہیں
عظیم الدین زعیم الدین بارک اللہ کے باپ تھے
لکھویؒ روپڑیؒ غزنویؒ سب سنہرے نام ہیں
نصرت حق ساتھ تھی ہر پیدا خوبی ہوئی
جھوٹ سے ریاکاری سے معین الدین پاک تھے
سچ کا دیا ساتھ لکھویؒ صاحب ساری زندگی
موت پران کی پوری جمعیت غم خوار ہے
تاج باغ محمدی پر خاص مہربانی کرے

جماعت اہلحدیث کا ترجمان

ہفت روزہ **تنظیم اہلحدیث** لاہور

مدیر مسئول

حافظ محمد جاوید روپڑی

جلد 56 ☆ شمارہ 2

18 صفر ☆ 1433ھ

13 جنوری ☆ 2012ء

C.P.L - 104

فون: 7670968 / 7656730 فیکس : 7659847

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: شیخ الحدیث حافظ عبدالغفار روپڑی

مدیر: پروفیسر میاں عبدالمجید

مدیر انتظامی : حافظ عبدالوہاب روپڑی

معاون مدیر : حافظ عبدالجبار مدنی

نائب مدیر انتظامی : مولانا عبداللطیف حلیم

منیجر : شہادت طور

0300-4583187

کمپوزنگ/ڈیزائننگ :وقار عظیم بھٹی

0300-4184081

فہرست

اداریہ 3

الاستفتاء 5

تفسیر سورۃ النساء 6

قبر پرستی دنیا میں کیونکر پھیلی؟ 8

مسلم امہ کا عروج وزوال...... 11

مولانا قاری محمد اسماعیل اسدؔ 14

مولیٰ اور ولی کون؟ 17

زر تعاون

فی پرچہ - 7 روپے

سالانہ - 300 روپے

بیرون ممالک 200 ریال (امریکی 50 ڈالر)

مقام اشاعت

ہفت روزہ "تنظیم اہلحدیث" رحمٰن گلی نمبر 5

چوک دالگراں لاہور 54000

اداریہ

پروفیسر میاں عبدالمجید

یارب! میں کہیں اپنے حواس نہ کھو بیٹھوں!

گورنر سٹیٹ بنک کا ایک پارلیمانی سوال کے جواب میں یہ انکشاف کہ پاکستان اندرونی اور بیرونی قرضوں میں ایک سو نو کھرب روپے سے زیادہ کا مقروض ہے اور یہ کہ موجودہ حکومت سٹیٹ بنک سے مسلسل قرضے کا تقاضا کر رہی ہے، ہر پاکستانی کو مبہوت کرنے کے لیے کافی ہے۔ ایوب خان کے آخری دنوں میں جبکہ پورے پاکستان کی آبادی غالباً نو کروڑ کے لگ بھگ تھی اور ایوب خان نے پنج سالہ منصوبوں کے نام پر قرضے لیے تھے تو مولانا مودودی رحمہ اللہ نے "ایوب کے عیوب" نام سے ایک کتابچہ لکھا تھا۔ اس میں انہوں نے بڑی دلسوزی سے لکھا تھا کہ ہر پاکستانی ڈیڑھ سو روپے کا مقروض ہے، موجودہ حکومت کے 109 کھرب قرض کو سترہ کروڑ عوام پر تقسیم کرکے جواب نکالا جائے کہ ایک پاکستانی کتنے لاکھوں کا مقروض ہے، میں نے کبھی محلے کے دوکاندار سے بھی کبھی کوئی چیز ادھار نہ لی ہو اور میں، میری بیوی، میری بیٹیاں، میرے بیٹے ہر ایک لاکھوں روپے کے قرض کے بوجھ تلے دبا ہوا ہو جس کی ادائیگی میرے محدود وسائل میں ممکن بھی نہیں ہے۔ ادھر ملکی کرنسی دھڑا دھڑ چھاپ کر اسے اتنا بے وقعت بنا دیا گیا ہے کہ ڈالر 92 روپے تک پہنچ گیا ہے، محض روپے کی قدر میں کمی سے غیر ملکی قرضے خود بخود چار سو ارب ڈالر بڑھ چکے ہیں اور یہ اضافہ مسلسل ہوتا ہی رہے گا، ادھر مہنگائی اتنی منہ زور ہو چکی ہے کہ ایک متوسط طبقے کا آدمی سیب، انار، ڈرائی فروٹ، صرف دکان پر سجا ہوا دیکھ سکتا ہے یا دکاندار سے ریٹ معلوم کرکے کانوں کو ہاتھ لگا سکتا ہے، خریداری تو مونگ پھلی کی بھی نہیں کر سکتا۔

ابھی کل کی بات ہے کہ ایک کریانے کی دکان پر کھڑا تھا، ایک گاہک نے چلغوزے کا ریٹ پوچھا تو حیرت کے مارے بے ساختہ میرا دل اس گاہک کی زیارت کرنے کو مچلا کہ اتنا امیر آدمی کون ہے جو پاکستان میں رہتے ہوئے چلغوزے خرید رہا ہے؟ امریکہ، بھارت، اسرائیل مل کر پاکستان کے ٹکڑے کرنے پر تلے ہوئے ہیں ملک کے اندر انہیں بکاؤ مال غداروں کی کھیپ ہر صوبے سے دستیاب ہے۔ امریکہ ننگی جارحیت پر تلا ہوا ہے اور پاکستان پر حملے کی نہ صرف دھمکیاں دے رہا ہے بلکہ عملاً وہ حملہ آور ہو چکا ہے۔ ملک کے اندر غداری کا یہ عالم ہے کہ جس بدبخت جماعت علی شاہ کو ملک کے تمام دریاؤں ان کے پانیوں کی نگہداشت، ہندوستان کی طرف سے کسی ناجائز ڈیم کے ذریعے جو سندھ طاس معاہدہ کی خلاف ورزی میں بنایا جائے اس پر بروقت ایکشن لینے سے عالمی عدالت میں کیس لے جا کر اسے روکنے کی ذمہ داری تھی۔ واٹر کونسل کا یہ غدار چیئرمین ہندوستان سے رقم لے کر اسے ناجائز ڈیم بنانے کی اجازت دیتا رہا اور حکومت پاکستان کو "سب اچھا" کی رپورٹ دیتا رہا۔ اب جب اس کی غداری ظاہر ہو گئی تو ملک سے فرار ہو کر ملک دشمنوں کی گود میں جا بیٹھا۔

ادھر حکمران ہیں کہ عدلیہ سے چھیڑ چھاڑ ختم کرنے کو تیار نہیں۔ بابر اعوان نے تو ہن عدالت کے نوٹس پر پنجابی میں جو بھونڈا شعر پڑھ کر سپریم کورٹ آف پاکستان کی جو توہین کی ہے اس کی اپنی پارٹی کے سینئر وکلاء اس کی شدید مذمت کر رہے ہیں۔ صدر پاکستان نے اپنی بیوی کی قبر پر کھڑے ہو کر جس طرح چیف جسٹس آف پاکستان کو للکارا ہے اسے کسی بھی ذی شعور پاکستانی نے پسند نہیں کیا۔ ایوان صدر کی شہرت منجملہ دوسری کارستانیوں کے یہ بھی ہے کہ اگر کوئی بیرون ملک سے پاکستانی یا غیر پاکستانی ان سے شرف ملاقات حاصل کرلے اور انہیں ملک میں سرمایہ کاری کرنے کی پیشکش کرے تو پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ اس میں بغیر سرمایہ کاری میرا حصہ کتنا ہوگا؟ جب بے چارہ اپنے ملک میں سرمایہ کاری کا خواہشمند سر پیٹتا ہوا باہر نکلتا ہے کہ ایوان صدر میں کوئی شخص ایسے ڈاکو کے روپ میں کا یا کوئی ڈاکو صدر صاحب کے حلیے میں بیٹھ سکتا ہے کہ چند مشٹنڈے اس کی کسی مزید غلط فہمی کو نکالنے کے لیے آگھیرتے ہیں کہ آپ نے صدر مملکت کے 30 قیمتی منٹ ضائع کیے ہیں لہٰذا تیس لاکھ روپے کی ادائیگی کیے بغیر آپ نہیں جاسکتے۔ مملکت کا جو صدر موبائل فون 100 روپے کے یا کارڈ سے پانچ روپے جو کہ اب بڑھ گئے ہیں جگا ٹیکس لیتا ہوں اس کی شخصیت کو جتنا بھی خراج عقیدت پیش کیا جائے کم ہے۔ گھروں میں گیس نہیں، بجلی نہیں، پمپوں میں CNG نہیں، صنعتی یونٹوں میں گیس نہیں، ستم ظریفی دیکھیئے کہ اس حکومت نے سڑکوں پر قدم قدم پر سی این جی سٹیشن منظور کیے، کئی مقامات پر دیوار کے ساتھ دیوار سی این جی سٹیشن منظور کیے، آپ ان مالکان سے قسم اٹھوا کر پوچھ لیں کیا بغیر حکومتی وزراء اور افسران کو رشوت دیے ایک بھی پمپ پورے ملک میں منظور ہوا ہے کسی ایک فیکٹری کو بھی اوپر تک رشوت دیے بغیر گیس کا کنکشن منظور ہوا ہے۔ پہلے رشوت کے دروازے چوپٹ کھول دیے، آتے جاؤ اور سی این جی سٹیشن اور سلوں کے لیے گیس کے کنکشن لیتے جاؤ۔ جب ادھر سے کام پورا کرلیا تو اب گیس بند ہے کبھی سوچو گیس کی وجہ سے ملیں بند ہونے سے کتنے مزدور بے کار ہوئے، کتنے گھروں کے چولہے ٹھنڈے ہوئے، ایک تم ہو کہ کھانے پینے کو اور کوئی کھانہ نہیں ملتا تو عوام کا بنکوں میں جمع شدہ سرمایہ بنکوں سے قرضے کی شکل میں نکلوا کر ہڑپ کر رہے ہو، پہلے اگر کوئی گورنر سٹیٹ بنک مقرر ہوتا تھا تو ریٹائر ہونے کی مدت تک وہ کام کرتا تھا، نوٹوں پر ایک ہی نام پڑھ پڑھ کر بچپن میں ہم یہ سمجھتے تھے کہ نوٹ پر قائداعظم کی تصویر اور شعیب کے دستخط ضروری ہیں۔ اب تو گورنر سٹیٹ بنک کا وہ عہدہ جو مدتوں تک کسی خاندان کی عظمت کا نشان ہوتا تھا اب تین ماہ نہیں گزرتے کہ زرداری صاحب کے آگے ہاتھ جوڑ کے کھڑے ہوتے ہیں حضور اب تو جناب کے حکم پر اتنے نوٹ چھاپ کر قرض کی شکل میں جناب کو دے چکے ہیں کہ مشینیں بھی گھس گئی ہیں اب یہ کار خیر کسی اور ماہر فن سے کرالیا جائے، کوئی گورنر تین ماہ سے زیادہ نوکری کرنے کو تیار نہیں۔ ادھر زرداری صاحب ہیں کہ پیٹ بھرنے کا نام ہی نہیں لیتا، سرمایہ دار ادھر ادھر اپنا سرمایہ بیرون ملک لے کر جا رہے ہیں اور تو اور بنگلہ دیش جو 1971ء میں ہم سے علیحدہ ہوا، جس کے بارے میں ہمیں بتایا جاتا تھا کہ بنگالی الگ تو ہو گئے ہیں لیکن معاشی طور پر Svrvive نہیں کرسکیں گے، جس کا ٹکہ ہماری چونی کے برابر بھی نہیں ہوتا تھا۔ اج اس کا ٹکہ ہمارے پانچ روپے کے نوٹ کو منہ چڑا رہا ہے، پوری دنیا سے سرمایہ کار اور خود پاکستان کے سرمایہ کار بنگلہ دیش کا رخ کر رہے ہیں کہ وہاں ہمارا سرمایہ محفوظ بھی ہے اور منافع بخش بھی، جس مملکت کے سربراہ ملک کو لوٹنے میں دن رات لگے ہوں وہاں اگر سڑکوں پر چوروں، ڈاکوؤں کا راج ہو تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ سیاستدان قوم کی رہنمائی یا صحیح حزب اختلاف بن کر حکمرانوں کی لوٹ مار کے خلاف دیوار بن کر کھڑے ہونے کی بجائے ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچنے پر لگے ہوئے ہیں۔ صدر زرداری صاحب کی کرپشن پر وزیراعظم صاحب نے بھی حصہ بقدر جثہ وصول کرنا شروع کردیا وہ بھی کہتے ہیں کہ اقتدار کی ہر پتلی میرے آنگن میں ناچے۔ خود وزیراعظم کا بیٹا عبدالقادر گیلانی ایم پی اے اور اگر سرائیکی صوبہ بن گیا تو وزیراعلیٰ موسیٰ گیلانی کو شاہ محمود والی سیٹ پر ایم این اے کا الیکشن لڑا رہے ہیں، بیٹے کی انتخابی مہم چلانے کے لیے ہر ہفتے حلقے کے دورے اور ترقیاتی کاموں کے نام پر وفاداریاں خریدنے کا کام فضہ گیلانی کو امن کی سفیر بنا کر ان کے بھی دورے اور وارے نیارے۔ ایک ایسے ملک میں رہتے ہوئے جہاں تمام منافع بخش ادارے خسارے میں نہ چل رہے ہوں بلکہ بند کیے جا رہے ہوں پی آئی اے کے جہاز گراؤنڈ، ٹرینیں بند، گیس بند، بجلی بند، جبکہ بل پہلے سے بھی دوگنے تگنے، پوری حکومتی مشینری کرپشن کے نئے نئے ریکارڈ قائم کر گئی ہو، غریب کو کھانے کو روٹی نہ ملتی ہو حکومت عدلیہ اور مسلح افواج سے ہر دم برسر پیکار ہو، مہنگائی کا مقابلہ کرنے کی نہ سکت نہ ہمت اور ہندوستان جو ہمارا ازلی دشمن ہے اس کے ساتھ پیار کی پینگیں اور ایسی تجارت جس میں خسارہ ہی خسارہ ہے، عوام بھاگ کر کبھی نواز شریف کے جلسے میں جاتی ہے، کبھی عمران خان کے اور کبھی دفاع پاکستان کے جلسوں کی رونق بنتی ہے۔ دفاع پاکستان کے اکابرین کی خدمت میں عرض ہے کہ آج کا پاکستانی حواس باختہ ہوا پھرتا ہے اسے

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
بے چارہ نہ دین کا رہا نہ دنیا کا

اگر آج آپ اس کے درد کا درماں بن گئے تو یہ عوام بڑی وفادار ہے یہ کبھی آپ کا دامن نہیں چھوڑے گی۔ آج آپ اسے جہاں بلاتے ہیں یہ دیوانہ وار آپ کی طرف لپک کر جاتے ہیں اگر آپ نے بھی انہیں مایوس کیا تو یہ فاقوں کے مارے ہوئے جن کے اعصاب جواب دے چکے ہیں اور اب اوپر سے گورنر سٹیٹ بنک نے صداقت کا ہتھوڑا بھی ان کے سر پر مار دیا ہے کہ بھاگ کر کہاں جاؤ گے؟ تم اندرونی اور بیرونی قرضوں کے 109 کھرب کے مقروض بھی ہو کہیں یہ عوام اپنے حواس نہ کھو بیٹھے اور پھر پاگل تو کچھ بھی کرسکتا ہے۔

☆......☆......☆

الاستفتاء

حافظ عبدالوہاب روپڑی

نماز جنازہ میں تکبیرات اور سلام پھیرنے کا طریقہ

سوال: نماز جنازہ میں عام طور پر چار تکبیرات پڑھی جاتی ہیں لیکن ہم نے سنا ہے کہ چار تکبیرات سے زیادہ تکبیریں بھی پڑھی جاسکتی ہیں اگر پڑھی جاسکتی ہیں تو اس کا طریقہ کیا ہوگا؟ نیز یہ بھی بتلائیں کہ نماز جنازہ میں سلام ایک طرف پھیرا جائے یا دونوں طرف ہم دونوں طرف اس طریقہ سے سلام پھیرتے ہیں جب دائیں طرف سلام کے ساتھ دائیاں ہاتھ اور بائیں طرف سلام کے ساتھ بائیں ہاتھ کو چھوڑ دیتے ہیں، کیا یہ طریقہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

سائل: میاں محمد خالد غلہ منڈی جڑانوالہ

الجواب بعون الوہاب: حدیث میں ہے: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ نَعٰی النَّجَاشِیَّ فِی الْیَوْمِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ وَخَرَجَ اِلٰی مصلی فَصَفَّ بِھِمْ وَکَبَّرَ عَلَیْہِ اَرْبَعَ تَکْبِیْرَاتٍ۔ جس دن رسول اللہ ﷺ کو نجاشی کی وفات کی خبر ملی تو اسی دن ہی آپ جنازہ گاہ کی طرف نکلے، صحابہ کرام نے صفیں باندھیں آپ نے نماز جنازہ چار تکبیرات کے ساتھ پڑھائی۔[صحیح بخاری باب التکبیر علی الجنازۃ اربعا ج۱ ص۴۴۷ رقم الحدیث ۱۲۶۸] دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں: کَانَ زَیْدٌ یُکَبِّرُ عَلٰی جَنَائِزِنَا اَرْبَعًا وَاَنَّہٗ کَبَّرَ عَلٰی جَنَازَۃٍ خَمْسًا فَسَاَلْتُہٗ فَقَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُکَبِّرُھَا "زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ہمیں چار تکبیروں کے ساتھ جنازہ پڑھاتے تھے ایک جنازہ پر انہوں نے پانچ تکبیریں کہیں، میں نے ان کو سوال کیا انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ اس طرح تکبیریں کہتے تھے۔"[السراج الوھاج شرح مسلم ج۲ ص۲۶۲ باب فی التکبیر خمسا]

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے چھ اور سات تکبیروں سے نماز جنازہ آیا ہے۔(بخاری کتاب المغازی باب شھود الملائکہ بدرا)

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ نو تکبیروں سے پڑھائی۔

(شرح معانی الآثار ج۱ ص۲۹۰)

نماز جنازہ میں چار، پانچ، چھ، سات، نو تکبیرات آئی ہیں لیکن امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے چار تکبیروں سے کم اور پانچ سے زیادہ تکبیریں کسی مرفوع حدیث سے ثابت نہیں لیکن چار تکبیریں کہنا بہتر اور افضل ہے کیونکہ جنازہ میں چار تکبیروں پر تمام فقہاء کا اجماع ہو چکا ہے۔(السیل الجرار ج۱ ص۷۰۵)

اسی طرح سنن کبری بیہقی ج۲ ص۲۰ باب مایستدل علی ان اکثر الصحابہ اجتمعوا علی اربع میں ہے صحابہ کرام سات، چھ، پانچ، چار تکبیریں کہتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو چار تکبیروں پر جمع کر دیا تھا۔ نیز امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں راجح اور افضل چار تکبیریں کہنا ہے کیونکہ چار سے زیادہ یعنی پانچ تکبیریں کہنا صرف آپ ﷺ سے ایک دفعہ ہی ثابت ہے۔(السیل الجرار ج۱ ص۷۰۶)

امام منذری رحمہ اللہ نے پانچ تکبیروں کو منسوخ بتلایا ہے۔ (السراج الوہاج شرح مسلم ج۲ ص۲۶۲)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہنا بہتر اور افضل امر ہے، اسی پر ہی اجماع ہے، اگر کوئی پانچ تکبیریں کہنا چاہے تو کہہ سکتا ہے لیکن اس کا طریقہ یہ ہوگا چوتھی تکبیر کے بعد بھی میت کے لیے دعائیں پڑھے اور پانچویں تکبیر کے بعد سلام پھیر دے، باقی رہا نماز جنازہ میں سلام ایک طرف یا دونوں طرف پھیرنا۔ دونوں طرح جائز ہے کیونکہ روایات میں دونوں طرح ثابت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَۃٍ فَکَبَّرَ عَلَیْھَا اَرْبَعًا وَسَلَّمَ تَسْلِیْمَۃً وَاحِدَۃً۔ رسول اللہ ﷺ نے چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھائی اور ایک طرف سلام پھیرا۔(بیہقی ج۲ ص۷۰، مستدرک الحاکم ج۱ ص۳۶۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ثَلَاثُ خِلَالٍ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَفْعَلُھُنَّ تَرَکَھُنَّ النَّاسُ اِحْدَاھُنَّ التَّسْلِیْمُ عَلَی الْجَنَازَۃِ مِثْلَ التَّسْلِیْمِ فِی الصَّلٰوۃِ تین کام ایسے ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ کرتے تھے لیکن لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا ہے، ان میں سے ایک نماز جنازہ میں اس طرح سلام پھیرنا ہے جیسے نماز میں سلام پھیرا جاتا ہے یعنی دو طرح سلام پھیرنا ہے۔[بیہقی ج۲ ص۷۱ باب من قال تسلیم عن یمینہ وشمالہ] اس کی سند میں ابراہیم بن مسلم ہجری راوی ہے اس پر کچھ کلام ہے لیکن یہ روایت حسن ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ نماز جنازہ میں سلام دونوں طرف اور ایک طرف پھیرنا بھی جائز ہے۔ (بقیہ:18)

تفسیر سورۃ النسآء

(قسط نمبر 10) **حافظ عبدالوہاب روپڑی** (فاضل ام القریٰ مکہ مکرمہ)

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّورَثُ كَلٰلَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَّلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصٰى بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ۝

''اورتمہاری بیویوں کی اگر اولاد نہ ہوتو ان کے ترکہ سے تمہارا نصف حصہ ہے اور اگر ان کی اولاد ہوتو ان کے چھوڑے ہوئے مال میں سے تمہارا چوتھائی 1/4 حصہ ہے اور یہ تقسیم ترکہ ان کی وصیت کی تعمیل اور ان کا قرضہ ادا کرنے کے بعد ہوگی اور جو تم چھوڑ جاؤ اس ترکہ میں ان کے لیے چوتھائی حصہ ہے اگر تمہاری اولاد نہ ہو اور اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر انہیں تمہارے ترکہ سے آٹھواں 1/8 حصہ ملے گا اور یہ تقسیم تمہاری وصیت کی تعمیل اور تمہارے قرض کی ادائیگی کے بعد ہوگی اگر میت کلالہ ہو اور اسکا ایک (اخیافی) بھائی یا (اخیافی) بہن ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کا چھٹا 1/6 حصہ ہوگا اور اگر (اخیافی) بہن بھائی زیادہ ہوں تو وہ (سب) ایک تہائی 1/3 میں برابر کے شریک ہوں گے یہ تقسیم ترکہ اس وصیت پر عمل یا قرض ادا کرنے کے بعد (ہوگی) جبکہ وہ کسی کو نقصان پہنچانے والا نہ ہو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تاکید ہے اور اللہ خوب جاننے والا بڑے حوصلے والا ہے'' (۱۲)

<u>مشکل الفاظ کے معانی:</u> الرُّبُعُ: چوتھائی حصہ۔ دَيْنٍ: قرض۔

الثُّمُنُ: آٹھواں حصہ۔

كَلٰلَةً: وہ کہ جس کا باپ دادا، بیٹے بیٹیاں، پوتے پوتیاں نہ ہوں۔

السُّدُسُ: چھٹا حصہ۔ مُضَارٍّ: نقصان پہنچانا۔ حَلِيمٌ: حوصلے والا۔

<u>التوضیح:</u>

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ۔

<u>بیوی کی وراثت:</u> اگر کسی کی بیوی فوت ہوجائے تو میت کی اولاد نہ ہونے کی صورت میں خاوند کو اس کی جائیداد سے نصف ملے گا اور اگر اولاد ہو تو پھر خاوند بیوی کے متروکہ مال میں سے چوتھائی 1/4 حصے کا حقدار ہوگا لیکن یہ تقسیم میت کے قرض کی ادائیگی اور وصیت پورا کرنے کے بعد ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ۔ ''اگر تمہاری بیویوں کی اولاد نہ ہوتو ان کے ترکہ سے تمہیں نصف، اولاد نہ ہونے کی صورت میں تمہیں چوتھائی 1/4 حصہ ملے گا میت کی وصیت اور قرض کی ادائیگی کے بعد۔''

<u>خاوند کی میراث:</u> اگر خاوند فوت ہوجائے تو میت کی اولاد کی موجودگی میں بیوی کو کل ترکہ سے قرض اور وصیت پوری کرنے کے بعد آٹھواں اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں چوتھا حصہ 1/4 ملے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ

<u>نوٹ:</u> اللہ تعالیٰ نے میت کی بیوی کا چوتھایا آٹھواں حصہ بتلایا ہے اگر میت کی بیویاں ایک سے زیادہ ہوں تو وہ سب اس چوتھے یا آٹھویں حصے میں برابر کی شریک ہوں گی۔ اسی طرح خاوند اور بیوی کی وراثت کو اولاد کے وجود اور عدم وجود کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے، اگر میت کی حقیقی اولاد موجود نہ ہو تو میت کے صرف پوتے پوتیاں ہی اس کی حقیقی اولاد کے قائم مقام ہوں گے۔

کلالہ کی میراث: کلالہ اسے کہا جاتا ہے کہ جس کے نہ والدین ہوں نہ دادا، دادی اور نہ اولاد ہو اور نہ ہی پوتے پوتیاں البتہ اس کے بہن بھائی ہوں، جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے اَلْکَلَالَۃُ مَنْ لَا وَلَدَلَہٗ وَلَا وَالِدَ '' کلالہ وہ ہے کہ جس کا نہ بیٹا ہو اور نہ ہی باپ''
(تفسیر ابن ابی حاتم ج ۳ص ۶۳ رقم الحدیث ۴۹۷۶)

بہن بھائیوں کی اقسام: بہن بھائی تین قسم کے ہوتے ہیں۔
۱۔عینی یا حقیقی: جن کے والدین ایک ہوں یعنی سگے بہن بھائی۔
۲۔علاتی: جن کی مائیں مختلف ہوں لیکن باپ ایک ہو۔
۳۔اخیافی: جن کی ماں ایک ہی ہو لیکن باپ الگ الگ ہوں۔

اس آیت مبارکہ سے بالاتفاق اخیافی بہن بھائی مراد ہیں اور اگر کلالہ کا ایک بھائی اور ایک بہن وارث ہیں تو ان میں سے ہر ایک کو کل مال سے چھٹا یعنی 1/6 حصے کا حق دار ہوگا۔ وَلَہٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا السُّدُسُ یعنی اگر کلالہ کے ورثاء میں صرف ایک اخیافی بھائی اور ایک اخیافی بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک چھٹے 1/6 حصے کا حق دار ہوگا، لیکن اگر اخیافی بہن بھائیوں کی تعداد زیادہ ہو تو وہ کلالہ کی وراثت سے تہائی یعنی 1/3 حصہ میں برابر کے شریک ہوں گے، بھائی کو بہن کے برابر ہی ملے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فَاِنْ کَانُوْٓا اَکْثَرَ مِنْ ذٰلِکَ فَھُمْ شُرَکَآءُ فِی الثُّلُثِ اگر اخیافی بہن بھائی زیادہ ہوں تو وہ سب کلالہ کی میراث سے 1/3 حصے میں برابر کے شریک ہوں گے۔ پھر فرمایا مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّۃٍ یُّوْصٰی بِھَآ اَوْدَیْنٍ کہ کلالہ کی اخیافی بہن بھائیوں میں مذکورہ بالا تقسیم وصیت اور قرض کی ادائیگی کے بعد ہی کی جائے گی یعنی اگر کلالہ کا کل مال قرض کی ادائیگی میں صرف ہوگیا تو ورثاء کو کچھ نہ ملے گا۔

وصیت میں نقصان کی صورتیں: ورثاء کے حصوں کی تعین کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مرنے والا وصیت سے نہ تو کسی کی حق تلفی کرے اور نہ ہی کسی کو محروم کرے، وصیت عدل پر مبنی ہو نہ کہ ظلم پر۔ وصیت میں نقصان کی صورتیں درج ذیل ہیں مثلاً

۱۔وصیت شرعی مقدار یعنی ایک تہائی 1/3 سے زیادہ مال کی کر جائے۔
۲۔وارث کے حق میں وصیت کرنا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا لہٰذا فَلَا وَصِیَّۃَ لِوَارِثٍ کسی وارث کے لیے وصیت جائز نہیں۔

(ابوداود کتاب الوصایا باب ماجاء فی الوصیة لوارث ص ۵۰۹ رقم الحدیث ۲۸۷۰ ...... ترمذی کتاب الوصایا باب ماجاء لاوصیة لوارث ص ۵۳۰ ج ۳ جزء ۶ ص ۵۳۰ رقم الحدیث ۲۱۲۱ ......نسائی کتاب الوصایا باب ابطال الوصیة للوارث ص ۵۶۷ رقم الحدیث ۳۶۷۳ ...... ابن ماجه کتاب الوصایا باب لاوصیة لوارث ص ۴۶۱ رقم الحدیث ۲۷۱۳)

پھر فرمایا غَیْرَ مُضَآرٍّ وَصِیَّۃً مِّنَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَلِیْمٌ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی وصیت یعنی حکم ہے لہٰذا اسی حکم کے مطابق وراثت کی تقسیم کو ہر صورت یقینی بنایا جائے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور بردبار ہے۔

آیت مبارکہ سے اخذ شدہ مسائل:
۱۔اگر اولاد نہ ہو تو خاوند کو بیوی کی میراث سے نصف حصہ ملے گا اور اگر اولاد ہو تو خاوند بیوی کے ترکہ سے چوتھے حصہ کا حقدار ہوگا۔
۲۔اولاد نہ ہونے کی صورت میں بیوی کو خاوند کے ترکہ سے چوتھا حصہ ملے گا اور اولاد ہونے کی صورت میں بیوی خاوند کے ترکے سے آٹھواں حصہ لے گی
۳۔کلالہ کے ورثاء میں اگر صرف ایک بہن اور بھائی (ماں جائے) ہوں تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔
۴۔کلالہ کے (ماں جائے) بہن بھائی اگر زیادہ ہوں تو وہ تیسرے حصے میں برابر کے شریک ہوں گے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے اسلام کی ترویج کے لیے بے مثال کردار ادا کیا۔ مولانا ثناء اللہ

شیخوپورہ خطبہ جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مفسر قرآن مولانا ثناء اللہ بھٹی ایم اے نے کہا ہے کہ سیدنا امیر معاویہؓ 20 سال خلافت کے منصب پر فائز رہے، آپ کاتب وحی بھی تھے۔ آپ نبی کریم ﷺ کے برادر نسبتی کا بھی اعزاز رکھتے ہیں، آپ نے اسلام کی ترویج واشاعت کے لیے انتھک کردار ادا کیا۔ نبی کریم ﷺ نے آپ کے ہدایت یافتہ ہونے اور دوسروں کو ہدایت دینے کا راستہ دکھانے میں خصوصی دعا کی تھی۔

اہل بیت سے آپ کی محبت والہانہ تھی یہی وجہ ہے کہ حسنین کریمینؓ نے آپ کی خلافت کو دل وجان سے تسلیم کیا مگر اس وقت بھی بعض افراد نے ہر طرح کی غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی جو ناکام ہوگئی۔

مولانا ثناء اللہ بھٹی نے کہا کہ سیدنا حضرت امیر معاویہؓ کا خلافت یا اپنی ذات کے لیے کسی سے کوئی جھگڑا نہیں تھا بلکہ جنگ جمل اور جنگ صفین صرف قصاص عثمانؓ کے لیے لڑی گئی تھی، انہوں نے کہا کہ ہمیں اپنے دلوں میں صحابہ کرامؓ کی عظمت ورفعت اور شان کو سرخم تسلیم کرنا ہوگا۔

☆......☆......☆

بدعات ورسومات

قبرپرستی دنیامیں کیونکرپھیلی

اسباب ووجوہ

اس فتنہ عظیمہ سے روکنے کے وسائل وذرائع

مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

آج اگر کوئی مسلمانوں کی تمام موجودہ تباہ حالیوں اور بدبختیوں کو دیکھنے کے بعد یہ سوال کرے کہ ان کا کیا علاج ہوسکتا ہے؟ تو اس کو امام مالک رحمہ اللہ کے الفاظ میں ایک جملے کے اندر جواب ملنا چاہیے کہ لا یصلح اخر ھذہ الامۃ الا بما صلح بہ اولھا یعنی "امت کے آخری عہد کی اصلاح کبھی نہ ہوسکے گی، تاوقتیکہ وہی طریق اختیار نہ کیا جائے جس سے اس کے ابتدائی عہد نے اصلاح پائی تھی۔" اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ کتاب وسنت کی طرف رجوع کیا جائے اور ہر اس دعوت کو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف آئے دلی قبولیت کے ساتھ سنا جائے۔

یا یھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم۔ (الانفال: ۲۴) "مسلمانوں اللہ اور اس کا رسول ﷺ جب تمہیں بلائے تو اس کی دعوت پر لبیک کہو کہ اس کی دعوت حیات بخش ہے۔"

یہ صلاحیت اور آمادگی اسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اور ان کے احکام کی عزت وحرمت دنیا کی تمام محبتوں اور عزتوں پر غالب ہو اور ان کی محبت دل کی گہرائیوں میں اس طرح نشیمن بنا چکی ہو کہ اعزہ واقارب کی محبت، امراء وسلاطین کی عزت وحرمت، غرض دنیا کی ہر وہ چیز جس میں کچھ بھی محبوبیت ہو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مقابلہ میں کوئی قدر وقیمت نہ رکھتی ہو۔ حتیٰ کہ محبت کی کوئی ایسی شکل جو انسانی نفس اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے تجویز کرے مگر اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس کو دیار محبت کے خلاف سمجھے تو اسکو بھی شیطانی وسوسہ سمجھ کر فوراً چھوڑ دے اس کے بعد محب صادق کو خدائے بزرگ وبرتر کی محبوبیت کا یقیناً شرف حاصل ہوتا ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ "کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اس سے تم محبوب الٰہی بن جاؤ گے (آل عمران: ۳۱)

سلف صالحین کی مساعی جمیلہ: یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اسلام کا ابتدائی عہد امن وبرکت اور ہدایت وسعادت کی دولت سے مالا مال اور ہر قسم کی بدعات ورسوم کی آمیزش سے پاک وصاف تھا۔ کیونکہ سلف صحابہ کرامؓ، محدثینؒ اور ائمہ دینؒ نے اسلام کی حقیقی تعلیم کو ہر قسم کی خارجی گمراہیوں اور غیر دینی اثرات واختلاطات سے محفوظ رکھنے کے لیے ہر طرح کوشش فرمائی وہ اس چیز کو سمجھ چکے تھے کہ آج اسلام کی نشو ونما اجتماعی کا ابتدائی دور ہے اور اس کے سرچشمے پھوٹ پھوٹ کر بہ رہے ہیں اور ایک تنکا بھی اگر ان کی راہ میں آ گیا تو ڈر ہے کہ یہی تنکے جمع ہو کر ایک دن بڑی بڑی نہروں کے چشمے کو بند کر دیں گے۔ وہ اسلام کی حفاظت کے لیے کمربستہ ہوگئے، ان کی مثال اس جانباز عاشق کی سی تھی جو اپنے معشوق کے تلوؤں میں ایک کانٹے کی چبھن دیکھتا ہے تو اس زور سے چیختا ہے، گویا اس کے پہلو میں خنجر نے شگاف کر دیا۔ وہ اس ایک ایک تنکے اور مٹی کے ایک ایک ذرے کو اسلام کی راہ سے ہٹانے کے لیے اپنی عزیز سے عزیز متاع قربان کر دینے کے لیے آمادہ رہتے تھے۔ اگر اس وقت صدیق امت اور خلیفہ اسلام حضرت ابوبکرؓ، فاروق اعظمؓ اور دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے بعد محدثین وائمہ دین کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے الہام سے معمور نہ کر دیتا اور وہ ایک داخلی جہاد عظیم سے ان تمام فتنوں اور بدعتوں کا سدباب نہ فرما دیتے تو آج دنیا میں اسلام کی بھی وہی حالت ہوتی جو دنیا کے تمام محرف اور مسخ شدہ مذاہب کی نظر آ رہی ہے۔ اس کی حقیقی تعلیمات کو بھی طرح طرح کی بدعات ومحدثات کا سیلاب بہا لے گیا ہوتا اور آج ڈھونڈنے سے بھی ان کا پتا نہ چلتا۔ سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم نے اسلام کے جن اہم اور بلند مقاصد کی بناء پر بدعات ومحدثات اور خارجی گمراہیوں کا جس قوت اور سرفروشی سے مقابلہ کیا اور کسی شکل کو بھی اس میں گوارا نہ کیا۔ واقعات نے ثابت کر دیا کہ وہ یکسر صحیح وواقعی تھے، ہم دیکھ رہے ہیں کہ انہی مسائل نے بالآخر اسلام کی حقیقی تعلیم کو طرح طرح کی خارجی ضلالتوں سے آلودہ کیا اور افسوس کہ مسلمان ان فتنوں سے نہ بچ سکے، جو ان سے پہلی قوموں میں موجب ضلالت ہو چکے تھے۔

فتنہ قبور: مسلمانوں میں جن مسائل نے اختلاف وتحریف کی بنیادیں رکھی ہیں اور ان کو کتاب وسنت کی صراط مستقیم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسوۂ حسنہ سے انحراف کی راہ دکھلائی۔ایک اہم مسئلہ مقبروں کی تعمیر اور وہاں خشوع وخضوع کے ساتھ دعائیں مانگنا اور قبور مزارات کو تقرب الی اللہ اور قبولیت دعا کا بہترین مقام سمجھنا ہے۔شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اوران کے شاگرد رشید حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس موضوع پر اپنی متعدد تصانیف میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ روشنی ڈالی ہے، آج میں چاہتا ہوں کہ ان اہم اور لطیف مباحث میں سے چند آپ کے سامنے کسی قدر اختصار کے ساتھ پیش کروں۔

قبر پرستی کیونکر پھیلی؟: اس سلسلہ میں سب سے پہلے اس پر غور کرنا چاہیے کہ دنیا میں قبر پرستی کیونکر پھیلی؟۔اس کے اسباب ووجوہ کیا ہیں اور کیونکر ان کا انسداد کیا جا سکتا ہے۔سب سے پہلے یہ فتنہ نوح علیہ السلام کی قوم میں پیدا ہوا، جیسا کہ قرآن کریم میں نوح علیہ السلام کی مساعی تبلیغ توحید کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا قال نوح رب انهم عصوني واتبعوا من لم يزده ماله وولده الا خسارا o ومكروا مكرا كبارا o وقالوا لا تذرن الهتكم ولا تذرن ودا ولا سواعا ولا يغوث ويعوق ونسرا o (نوح:۲۱،۲۳) ''نوح علیہ السلام نے کہا اے میرے رب میری قوم نے میری نافرمانی کی اور اس شخص کی پیروی کی جس کو اس کے مال اور اولاد نے سوائے خسارے کے کچھ فائدہ نہیں پہنچایا (یعنی اپنے مالداروں کا کہا مانا) اور انہوں نے بڑے مکروفریب سے کام کیا اور کہا کہ ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ ہی ود، سواع، یعوق اور نسر (نوح علیہ السلام کی قوم کے بتوں کے نام ہیں) کو چھوڑنا۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین سے روایت ہے کہ یہ نوح علیہ السلام کی قوم کے صالح لوگوں کے نام ہیں، جب وہ فوت ہو گئے تو لوگوں نے ان کی قبروں پر بیٹھنا شروع کر دیا، دعا وعبادت کے لیے ان کو بہترین مقام سمجھنا شروع کر دیا، کچھ عرصہ کے بعد ان کی تصویریں بنائی گئیں پھر فرط عقیدت میں تصویروں کی جگہ ان کے مجسمے اور بت خانے شروع کر دیے، حتیٰ کہ اس حد سے بڑھی ہوئی عقیدت مندی نے ان کو ان بتوں اور مجسموں کی عبادت پر آمادہ کر دیا۔

صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حبشہ ملک کے ایک گرجے کا اور اس میں جو تصاویر تھیں ان کا نبی کریم ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ان سب میں جب کوئی صالح اور نیک فوت ہو جاتا تو اس کی قبر پر مسجد بناتے اور اس کی تصویر وہاں رکھتے، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا الا من كان قبلكم كانوا يتخذون قبور انبيائهم وصالحيهم مساجد فلا تتخذوا القبور مساجد فاني انهاكم عن ذلك۔(مسلم) ''دیکھو! تم سے پہلی امتوں نے انبیاء اور صلحاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا تھا، تم قبروں کو عبادت گاہ نہ بناؤ، میں تم کو سختی سے منع کرتا ہوں۔'' اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو اس فتنے سے بچنے کی تاکید فرمائی، اس کے علاوہ اور بھی متعدد احادیث ہیں جن میں آپ ﷺ نے کئی طریقوں سے امت کو اس فتنہ سے بچانے کی کوشش کی۔

شیطانی تعلیم کے درجہ بہ درجہ اسباق:

لیکن اس سے پہلے کہ ان طریقوں کو بیان کیا جائے جو حضور ﷺ نے اس فتنے سے محفوظ رہنے کے لیے فرمائے ہیں۔مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیطان یا شیطانی جماعتیں کس طرح لوگوں کو آہستہ آہستہ اور درجہ بہ درجہ اس فتنے میں مبتلا کرتی ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ جیسے جیسے امت علوم کتاب و سنت سے محروم ہوتی چلی گئی اور جہالت وناواقفیت ان پر مسلط ہو گئی، ایسے ہی شیطان اور اس کے متبعین کا اقتدار اور تسلط بڑھتا گیا اور اس کے مکرو فریب میں نادان اور بے خبر لوگ مبتلا ہوتے چلے گئے۔شیطان کی فریب کارانہ چالیں یا اس کی درجہ بہ درجہ تعلیم پہلے بیان کی جاتی ہے اس کے بعد وہ تمام طریقے بیان کیے جائیں گے جو نبی کریم ﷺ نے اس فتنے سے بچنے کے لیے ارشاد فرمائے ہیں۔

پہلا سبق:

سب سے پہلے شیطان اپنے مرید کو یہ سکھاتا ہے کہ قبر کے پاس دعا کرنی چاہیے اور وہ قبر کے پاس جا کر عاجزی اور دل سوزی سے دعا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ قبر کی وجہ سے نہیں اس کی عاجزی اور ذلت کی وجہ سے اس کی دعا قبول کر لیتا ہے کیونکہ اگر وہ اس سوزوگداز سے دکان، شراب خانے حمام یا بازار میں بھی دعا کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کر لیتا، جاہل آدمی سمجھتا ہے کہ اس کی دعا کی قبولیت میں قبر کا بڑا دخل ہے۔حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر لاچار شخص کی دعا قبول کرتا ہے اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو اور یہ بھی ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کی دعا قبول کرتا ہے اس سے راضی ہوتا ہے یا اسکو دوست رکھتا ہے یا اس کے فعل کو پسند کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو نیک وبد،

مومن وکافر ہردو کی دعا قبول فرماتا ہے۔ بہت سے لوگ ایسی دعا مانگتے ہیں جس سے وہ حد شریعت سے تجاوز کر جاتے ہیں یا شرک کرتے ہیں یا دعا میں ایسے سوال کرتے ہیں جو ناجائز ہیں اور ان کی ساری یا بعض مرادیں پوری ہو جاتی ہیں اور وہ یہ خیال کرنے لگ جاتے ہیں کہ ان کا یہ عمل خدا تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے اور ان کی حالت اس شخص کی سی ہو جاتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ مال اور اولاد سے ڈھیل دیتا ہے اور وہ یہی سمجھتا رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہو کر اس کو ہر طرح کی بھلائی پہنچاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فلما نسوا ما ذکروا به فتحنا علیهم ابواب کل شیء (الانعام:۴۴) "جب ان نافرمانوں نے نصیحت الٰہی کو فراموش کر دیا تو ہم نے ان پر ہر نعمت کے دروازے کھول دیئے۔" دعا کی دو اقسام ہوتی ہیں، ایک تو عبادت ہے جس پر دعا کرنے والا ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ دوسری کسی حاجت کا سوال ہے جو پوری تو ہو جاتی ہے لیکن وہ دعا کرنے والے کے لیے باعث تکلیف بن جاتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کر لیتا ہے لیکن جو اس نے اس میں اللہ تعالیٰ کے حقوق ضائع کرنے اور اس کی حدوں کو توڑنے کی جرأت کی ہوتی ہے اس کے بدلے اس کو عذاب بھی کرتا ہے۔ الغرض شیطان آہستہ آہستہ اپنے مکر کے جال میں انسان کو پھنساتا ہے اور اس کو کہتا ہے کہ قبر کے پاس بہت اچھی طرح دعا کرنی چاہیے اور نیز یہ کہ اس جگہ دعا کرنا مسجد میں اور سحر کے وقت (اس وقت میں دعا کی قبولیت کی آنحضرت ﷺ نے خبر دی ہے) دعا کرنے سے بہتر ہے جب شیطان یہ سبق از بر کرا لیتا ہے تو دوسرا سبق شروع کر دیتا ہے۔

دوسرا سبق:

اب وہ اس کو کہتا ہے کہ جو کچھ مانگنا ہے اس قبر والے بزرگ کے طفیل مانگو اور اللہ تعالیٰ کو اس مقرب بندے کی قسم دو، تو تمہاری دعا ضرور قبول ہوگی اور یہ پہلے سبق کے مقابلہ میں زیادہ برا فعل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بلند و بالا ہے کہ اس کو کسی بندے کی قسم دی جائے یا کسی بندے کے طفیل اس سے کچھ مانگا جائے۔

تیسرا سبق:

جب اس شخص کے دل میں یہ بات ذہن نشین ہو جاتی ہے کہ اس بزرگ کی قسم اللہ تعالیٰ کو دینے اور اس کے طفیل یا اس کے حق سے دعا مانگنے میں اس کی بہت عزت اور تعظیم ہے اور حاجتوں کے پورا کرنے میں یہ زیادہ مؤثر ہے تو پھر شیطان اس کو تیسرا سبق پڑھاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا کے سوا اسی بزرگ سے مانگو اور اس کی نذر و نیاز کرو۔

چوتھا سبق:

پھر اس کے بعد درجہ یہ ہے کہ اس بزرگ کی قبر کو بت بنایا جائے اور اس پر بیٹھا جائے، اس پر قندیل اور شمع جلائی جائے اور اس پر پردے لٹکائے جائیں اور اس پر مسجد بنائی جائے اور سجدہ اور طواف اور بوسہ دینے اور ہاتھ لگانے اور اس کا قصد کرنے اور اس کے پاس جانور ذبح کرنے سے اس کی عبادت کی جائے۔ (جاری ہے)

داتا صرف اللہ ہے!

شرک وبدعت کے سیلاب کو روکنے اور توحید وسنت کا پرچار کرنے کے لیے

لاہور میں 147

گوجرانوالہ میں 167

شیخوپورہ میں 105

موڑ ایمن آباد تا نارنگ منڈی

مریدکے میں 102

علمائے کرام مندرجہ بالا عنوان پر 13 جولائی 2012ء خطبات جمعہ ارشاد فرمائیں گے۔ (ان شاء اللہ)

منجانب: تحریک دعوت توحید پاکستان

مسلم امہ کا عروج وزوال اور اسباب

پروفیسر عبدالعظیم جانباز بن شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز (سیالکوٹ)

مسلمان قوم ایک ایسی قوم ہے جس کا نظریہ حیات دیگر تمام مذاہب عالم سے یکسر مختلف تھا اور جس کا نظریہ وطنیت بھی اپنی طرز کا جداگانہ مقام رکھتا تھا۔ اسلام نے ہر شعبہ زندگی کے لیے اس قدر جامع نظریات ونظام پیش کیے کہ ان میں کسی قسم کا سقم باقی نہ رہا اور یوں مسلمان ان نظام ہائے کار کو سچے دل سے اپنا کر سفر حیات پر گامزن ہوئے اور ترقی کی منازل طے کرتے چلے گئے مسلمان قوم کے عروج وزوال کے سفر کا طائرانہ جائزہ لیتے ہیں۔ مسلمان قوم نے بطور ملت اپنے سفر کا آغاز قبل اسلام کے فوراً بعد ہی کر دیا تھا اسلام ایک ایسی قوت کا نام بن کر سامنے آیا کہ جس نے عزت و آبرو کے تاج کا حقدار صرف اور صرف متقی پرہیز گار کو ٹھہرایا۔ جس نے رنگ ونسل، علاقیت، وطنیت اور دیگر لسانی وقومی عصبیتوں کا خاتمہ کر کے صرف اور صرف محبت اور اخوت کا درس دیا۔ لوگوں کو ایک اللہ اور ایک رسول اور ایک کتاب کے نکتے پر مرتکز کر دیا اور غریب وامیر، انصار ومہاجر، ہاشمی وقریشی یثربی، فارسی وافریقی اور عربی وعجمی کا امتیاز ختم کر کے انہیں سچے مسلمان کے نام کا لبادہ اڑھایا تا کہ ان کی پہچان بطور سچے مسلمان کے طور پر ہو نہ کہ ذاتی حیثیت سے یا رنگ ونسل اور زبان کے اعلیٰ و برتر ہونے سے۔ اسلام نے مسلمانوں کو انداز جہانبانی سکھائے اور اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کے لیے مسلمانوں نے بھی جان لڑا دی۔ جس کو اقبال نے اپنی نظم ''شکوہ'' میں یوں بیان کیا ہے۔

دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

اسلام کی معجزنمائیوں کا دیگر مذاہب کے پیروکاروں نے بھی برملا اعتراف کیا ہے اس حوالے سے پوپ جان گیمبرسن (1807-1900) نے ایک اداراتی صفحے میں یوں کہا: ''دنیا کے بہترین مذاہب میں اسلام کا مقام قابل قدر اور نمایاں ہے جس نے دنیا سے جہالت کی ظلمتوں کی جہالت کو رنگ ونور اور آگہی میں تبدیل کر کے رکھ دیا اور لوگوں کو ایسی منزل کی راہ دکھائی جو امن کا مسکن اور مسکن کے امن کی ضمانت تھی۔ سب کو اسلامی تعلیمات کی زریں اصولوں کو اپنا کر اپنے جیون کو کامیاب بنانا چاہیے۔''

اسی طرح پروفیسر کرشن دھریوال لکھنو سے نکلنے والے اخبار'' indians'' میں لکھتا ہے کہ ''میں یہ کہنے میں کوئی عار نہیں سمجھتا اور اس کا برملا اعتراف کرتا ہوں کہ تمام مذاہب کے دساتیر اور قوانین کا بغور مطالعہ اور تقابلی جائزہ لینے کے بعد میں اس جگہ پر اس حقیقت کے سامنے سر جھکانے کو عار نہیں سمجھتا کہ تمام اخلاقی اصول وقوانین کے دھارے اسی ایک چشمے سے پھوٹتے ہیں۔'' مسلمانوں کے عروج کے اسباب میں اسلام کے غیر متبدل اور دائمی اصولوں کا ہی ہاتھ ہے جنہوں نے اسلام کو ایک شاندار اور مکمل ضابطہ حیات واخلاق کے طور پر متعارف کروایا۔ مسلمانوں کے زوال کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ مسلمان اپنے عروج کے تمدن سے منحرف ہو گئے تھے اور انہوں نے عروج کے پر چلن بھلا دیے تھے اور جب تک مسلمانوں نے وحدت واخوت کی رسی کو تھامے رکھا، ان میں اتحاد کی قوت بہت موثر اور فاتح کے طور پر پرورش پاتی رہی اور ان میں اتحاد کی اس قوت کا ہی اثر تھا کہ مٹھی بھر مسلمان دشمنوں کے جم غفیر پر غالب آتے رہے۔ تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھیے، تاریخ کبھی جھوٹ نہیں بولتی اور تاریخ کے اس بے صدا گنبد میں اقبال کا شکوہ یوں صدائیں لگاتا ہوا ملتا ہے کہ۔

تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا درِ خیبر کس نے؟
شہر قیصر کا جو تھا اس کو کیا سر کس نے؟
توڑے مخلوق خداوندوں کے پیکر کس نے؟
کاٹ کر رکھ دیے کفار کے لشکر کس نے؟

اور پھر عروج مسلم کی ایک جھلک دکھائی دیتی ہے۔ جب مسلمان بے سروسامانی کے عالم میں اپنے سے تقریباً تین گنا تعداد میں موجود جدید ترین اسلحے سے لیس دشمنوں کے مقابل ڈٹ جاتے ہیں اور یہ تین سوتیرہ مسلمان اتحاد وایمان اور فتح کے یقین کا خود پہن کر جان لڑا کر جنگ جیت لیتے ہیں۔ ایک صفحہ اور پلٹیے! جنگ قادسیہ میں مسلمانوں کی تعداد صرف بیس ہزار اور دشمنوں کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار زمین دم سادھے تماشا دیکھ رہی تھی اور آسمان انگشت بدنداں تھا کہ ایک چیونٹی ہاتھی کو مسلنے چلی ہے مگر شاید وہ نہیں جانتا تھا کہ چیونٹی بھی بعض اوقات ہاتھی کی موت بن جایا کرتی ہے اور پھر یہی

ہوا، صرف بیس ہزار مسلمان ایک وحدت کا روپ دھار کر ایک لاکھ بیس ہزار دشمنوں پر فتح یاب ہوئے اور پھر دیکھیے! جنگ یرموک کا حیرت انگیز واقعہ جب تیس ہزار مسلمان قریباً پانچ لاکھ رومیوں کے سامنے سروں پر کفن باندھ کر نکل کھڑے ہوئے اور انہیں عبرت ناک شکست دی۔ تاریخ نے وقت کا فیصلہ محفوظ کر لیا۔ فتح مسلم قوم کا جھومر بنادی گئی اور پھر ہم دیکھتے ہیں مجاہد اسلام طارق بن زیاد اور اس کے گیارہ سے بارہ ہزار سر بکف مجاہدوں کے جذبہ پر ایمان کو جو اندلس کے ساحل پر ڈیڑھ لاکھ دشمنوں کی لاشیں جلا کر غالب آجاتے ہیں اسی طرح جنگ موتہ میں تین ہزار مسلمانوں نے تین لاکھ فوجیوں کاڈٹ کر مقابلہ کیا اور تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ 1072ء میں سلجوقی کے چند ہزار سپاہیوں نے قیصر امانوس دیوجان کے دیو قامت اور لاکھوں کی تعداد میں فوجیوں کے ساتھ جنگ کی۔ اقبال نے انہیں جنگوں کی منظر کشی یوں کی ہے۔

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی میدان سے اکھڑ جاتے تھے
تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے
تیغ کیا چیز ہے ہم توپ سے لڑ جاتے تھے

اہل عرب اس طرح دنیا پر چھائے جا رہے تھے، جیسے سورج کی روشنی اندھیرے میں گوشوں کو منور کرتی چلی جاتی ہے۔ باطل قوتوں پر لرزہ طاری تھا، ایرانی اور بازنطینی جیسی بڑی طاقتوں کو بھی دم مارنے کی جرأت نہ تھی اور مسلمان تھے کہ فتوحات کو پکے ہوئے پھلوں کی طرح توڑ توڑ کر لطف اٹھا رہے تھے۔ اسپین تا شمالی افریقہ، ریگستان عرب تا میدان ہندوستان تک، افغانستان کی سربکف چٹانوں سے لے کر سمرقند بخارا کے مرغزاروں تک، بحیرہ روم سے مشرقی یورپ تک اور کوہ ہمالیہ کو روندتے ہوئے حصارِ دیوار چین تک مسلمان فتوحات کے جھنڈے گاڑے جا چکے تھے اور یہ سلسلہ ہسپانیہ سے لے کر وسطی ایشیا کی سرحدوں تک اور دریائے سندھ کی طغیانیوں کے ساتھ ساتھ جاری رہا، معروف دانشور کہتا ہے کہ ''عربوں نے شام، مصر کو فتح کر لیا، ایران ان کے حملوں کی تاب نہ لا سکا، بازنطینی اور بربر افریقہ سے محروم ہو گئے، الماتی ہسپانیہ کھو بیٹھے، مغرب میں فرانس اور مشرق میں قسطنطنیہ مسلمانوں کے نام سے کانپ رہا تھا یہاں تک کہ آٹھویں صدی کے آغاز میں یہ سوال اٹھنے لگا کہ دنیا میں کوئی ایسی طاقت ہے جو ان عربوں کا مقابلہ کر سکے۔'' کیسس اسمرگ جرمن کا مشہور دانشور اس حوالے سے لکھتا ہے ''اہل عرب کی فتوحات کے محرکات میں ان کے اتحاد کی قوت، اور مقصد میں لگن کی سچائی تھی، جس کی بدولت وہ کبھی پہاڑوں کو زیر پا کر لیتے تو کبھی میدانوں میں خیمے نصب کر لیتے، یوں لگ رہا تھا کہ تمام دنیا ان کے سامنے سرنگوں ہونے والی ہے۔ مسلمانوں نے نہ صرف خدا کی زمین پر اپنی فتوحات کی داستانیں رقم کیں بلکہ اپنے حسن اخلاق اور پاکیزہ کردار کی صفات کی بدولت تبلیغ اسلام کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ جس کی وجہ سے ان کی فتوحات کی عمر مزید لمبی ہوتی چلی گئی اور غلام و آقا میں امتیازات ختم ہو گئے، امیر اور غریب مساوات کا دامن پکڑ کر برابری کی خیرات بانٹنے لگے، جس کا اظہار اقبال نے یوں فرمایا۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

مسلمانوں کے عروج کی سب سے بڑی اور اہم وجہ صرف اور صرف اتحاد کی قوت تھی جس نے انہیں علیحدہ علیحدہ شناختوں سے ماورا کر کے صرف اور صرف مسلمان ہونے کی شناخت عطا کی، فرقہ بندی کا کہیں کچھ نشان نہ ملتا تھا۔ مسلمان متحد ہو کر ہر دشمن کی قوت پر غلبہ پاتے چلے جاتے تھے۔ مگر یہ سلسلہ، مسلسل نہ چل سکا، کیونکہ قانون قدرت ہے کہ عروج کو زوال کا ذائقہ چکھنا ہوتا ہے اور ہر زوال کو دوبارہ عروج کی طرف جانا ہوتا ہے۔ ہم ذرا تاریخ کے مزید اوراق پلٹتے ہیں تو ہمیں عصبیت پسند ہشام بن عبدالمالک کا دور حکومت دکھائی دیتا ہے جو قبیلوں کے فخر پر اتراتا ہوا اموی سلطنت کو زوال پذیر کی طرف لے جاتا ہے اور عباسیوں کے خلاف نبرد آزما ہوتا ہے۔ بلکہ یہ کہا جائے تو یہ بے جا نہ ہوگا کہ مسلمانوں کے زوال کی بنیاد اسی لمحے رکھ دی گئی، جب ایک مسلمان کی تلوار اس کے اپنے ہی مسلمان بھائی کی تلوار سے ٹکرائی تھی۔ ہسپانیہ اور بغداد میں مسلمانوں کی علیحدہ علیحدہ حکومتوں کی مرکزیت قائم ہوئی، قاہرہ، ہسپانیہ، اور بغداد ایک دوسرے کے حریف بنے، اتحاد چکنا چور ہوا، مخالف قوتوں نے متحد ہونا شروع کیا اور جدا جدا مسلمانوں پر حملوں کا آغاز کیا اور یوں صلیبی جنگوں کی بناء پڑی، مستعصم کے وزیر ابن علقمی کا کردار، سلطنت عثمانیہ کے خلاف ایران کے شاہ اسماعیل صفوی کا کردار بھی تاریخ میں مسلمانوں کے لیے زوال کا سبب بنا اور پھر مسلمانوں میں ہی میر جعفر اور میر صادق جیسے غداروں کا جنم ہوا، جس پر لب کشائی کرنا اپنی ہی بدنامی کا ڈھنڈورا پیٹنے کے مترادف ہے اور اس کی وجہ اقبال نے جواب شکوہ، میں یوں بیان کی ہے۔

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں
امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں
بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں
تھا ابراہیمؑ پدر اور پسر آذر ہیں

عصر حاضر میں اگر مسلمان قوم کی حالت کا طائرانہ جائزہ لیا

جائے تو دل خون کے آنسو روتا ہے کہ کیا یہ وہی قوم ہے؟ جس نے اپنے پاؤں میں قیصر و کسریٰ کی شان و شوکت کو روند ڈالا تھا یہی وہ مسلمان قوم ہے؟ جو قوم اتحاد و اتفاق کا گوہر تھی اور اب یہ نفاق کا بدبودار پتھر، وہ قوم اپنے بھائیوں پر جان مارنے والی اور یہ قوم روپے پیسے کے لیے وعدے اور وفاداری ہارنے والی، وہ قوم قربانیوں کی مظہر، یہ قوم ہوس کا نشتر، وہ قوم روح ایثار کا علمبردار، یہ قوم مفادات اور ہوس کی بے سری جھنکار، وہ قدم اٹھائے تو خود صحراؤں کے دل دہل جائیں اور یہ قوم قدم اٹھائے تو خود لرز جائے وہ قوم کہ ہر فرد انفرادی مجبوریوں سے آزاد، یہ قوم کہ قومی فرائض سے بے زار، وہ قوم کہ نبی ﷺ کی حرمت پر مرمٹ جانے والی اور یہ قوم کہ اقوال نبیؐ سے نگاہیں چرانے والی، تو پھر کیسے ممکن ہے کہ عصر حاضر میں مسلمان انہی فتوحات کے خواب دیکھیں جوان کے آباء کی کنیزیں بن کر رہیں۔ اقبال نے بھی تو یہی بتایا ہے کہ ۔

خود کشی شیوہ ہے تمہارا، وہ غیور وخوددار
تم اخوت سے گریزاں وہ اخوت پہ نثار
تم ہو گفتار سراپا، وہ سراپا کردار
تم ترستے ہو کلی کو، وہ گلستان بکنار

اس قوم کی زوال پذیری کی بنیادی وجوہات میں نفاق اور تفرقہ بازی شامل ہے۔ جنہوں نے مسلمانوں کو مفاد پرستی کی راہوں پر نہ صرف گامزن کیا بلکہ نفرت وتشدد کی طرف مائل بھی کیا۔ لالچ وہوس، مفاد پرستی، مادیت پرستی نے مسلمانوں کو اس بگولے کی طرح اپنے شکنجے میں کس لیا کہ مسلمانوں کو اس سے باہر کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اس کے علاوہ دین سے دوری بھی تمام مسائل کہ وجہ بنی۔ جب مسلمانوں نے اپنے نبی ﷺ کے دین کو طاق نسیان میں رکھا تو پھر یزداں نے بھی اس قوم کو فراموش کر دیا۔ اسے مکافات عمل کے حوالے کر دیا اس کے علاوہ بدعملی و بے عملی تساہل پسندی اور عیش کوشی نے مسلمانوں کے عروج کو دیمک کی طرح چاٹ لیا، ان میں جہد مسلسل، تگ ودو کی لگن اور لگن کی کوشش کے تخیلات بھاپ کی طرح اڑ گئے، مسلمانوں کو کبھی افغانستان میں امریکی اور اس کے اتحادیوں کی بمباری سے ہزیمت اٹھانا پڑ رہی ہے تو کبھی بوسنیا میں روسی فوجوں کے ہاتھوں قتل ہونا پڑ رہا ہے تو کبھی اسرائیل یہودیوں کے جور وستم سہنا پڑتے ہیں اور پھر عراق کی اسلامی شناخت گم کرنا پڑ رہی ہے یہ ذلالت ورذالت ہمارا مقدر صرف اس لیے بنی کہ ہم بے عملی اور بدعملی کا شکار ہونے کے ساتھ ساتھ منافرت اور فرقہ بندیوں میں الجھ گئے، ہم کافروں کو کافر کہنے کی بجائے نظریاتی اختلافات کی بناء پر اپنے ہی مسلمان بھائیوں کو کافر کہتے پھر رہے ہیں اور جواباً وہ بھی مسلمانوں کو کافری کا عندیہ دے رہے ہیں۔ مسلمان، کافر نہیں ہوسکتا اور کافر مسلمان نہیں ہوسکتا مگر مسلمان کافری کر سکتا ہے مگر کافر مسلمانی نہیں کر سکتا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان ممالک ایک ایسا موثر پلیٹ فارم بنائیں جس پر تمام ممالک متفق ہوں اور اس کے ممبران صرف اور صرف مسلمان ممالک ہوں۔

مسلمانوں کے اقتصادی مسائل حل کرنے کے لیے مجموعی طور پر ٹھوس اقدامات کیے جائیں اور کسی ایک مسلمان پر غیر ملکی جارحیت کی صورت میں باقی تمام مسلمان صرف مذمت کر کے اپنے نام نہاد فرائض نہ پورے کریں بلکہ باقاعدہ اپنے مسلمان بھائیوں کے شانہ بشانہ ہو کر جارح ملک کے دانت کھٹے کریں اور مسلمان ملک کی عملی مدد کریں اسی چیز کا مظاہرہ، ہمیں 1973ء میں عرب ممالک کے اتحاد سے نظر آتا ہے جب عرب ممالک نے یورپی ممالک کو تیل کی سپلائی میں قدرے کمی کی، جس کے نتیجے میں اہل یورپ کی معیشت ڈانواں ڈول ہونے لگی اور وہ ممالک اس کے دوررس نتائج کو سوچ کر لرز اٹھے۔ امریکہ میں پٹرول سے چلنے والی گاڑیوں کا استعمال یک لخت کم کر دیا گیا، بلکہ ملکہ شاہی کار کو ترک کر کے عام چھوٹی کار میں سفر کرنے لگیں حتیٰ کہ بھارتی وزیر اعظم نے کار کی بجائے بگھی کا استعمال شروع کر دیا اور ہالینڈ جیسے ملک نے اپنی عوام کو کاروں کے استعمال کو کم کرنے کا سرکاری اعلان کیا جس کے نتیجے میں کئی لاکھ لوگوں نے سائیکل کی سواری شروع کر دی اور یوں مغربی ممالک کی اقتصادی حالت یک لخت زوال پذیری کی طرف چلنے لگی مگر پھر امریکہ اور روس نے سازش کے ذریعے عربوں کو گروہوں میں بانٹ دیا اور یوں وہ اپنے مذموم ارادوں میں پھر کامیاب ہو گئے۔ الغرض مسلم امہ کو سب سے زیادہ نقصان صرف اور صرف فرقہ بندیوں اور ذاتی مفادات کی ہوس کاری نے پہنچایا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ عصر حاضر میں مسلمان ایمان ویقین کے ساتھ شریعت محمد ﷺ کے پرچم تلے جمع ہو کر خود کو صرف اور صرف نبی ﷺ کا پیروکار سمجھتے ہوئے دنیا کی باطل قوتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں اور اپنے اندر ایسی محبت خودی پیدا کریں جو مسلمان قوموں کی فتح اور فخر وغرور کا باعث بن جاتے ہیں اور پھر مسلمان قوم کبھی زوال پذیری کی ذلت نہیں اٹھائے گی جیسا کہ اقبال نے بھی اس راز کو یوں منکشف کیا ہے۔ ۔

خوار جہاں میں کبھی ہو نہیں سکتی وہ قوم
عشق ہو جس کا جسور، فکر ہو جس کا غیور

آج بھی وقت ہے کہ مسلمان ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر نعرہ اسلام بلند کریں تو صحراؤں کے دل دہل جائیں اور سمندر راستہ پیدا کریں، کیونکہ ایسا تاریخ نے ثابت کیا ہے اور سب کے سامنے کیا ہے۔ ☆......☆......☆

مولانا قاری محمد اسماعیل اسدؒ جوارِ رحمت میں

عبدالحنان جانباز......سیالکوٹ

گزشتہ سال 2010ء میں شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز رحمہ اللہ کی علمی درسگارہ میں تقریب بخاری شریف کے انعقاد کے لیے راقم السطور کو جماعت اہل حدیث کے محقق شہیر ممتاز عالم دین مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ سے فیصل آباد میں ان کے تحقیقاتی ادارہ وکتب خانہ میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ مرسوف خوش دلی کے ساتھ نہایت پُر تپاک طریقہ سے ملے اور سلیقہ سے سجا اپنا کتب خانہ بھی دکھایا، دوران گفتگو راقم نے علماء کی تقریری خدمات کے مقابلہ میں تحریری محنت کو سراہنے کی کوشش کی تو مولانا بھانپ گئے، میری بات سن کر فرمانے لگے ایسی بات نہیں ہے۔

ہمارے واعظین فوج کا وہ ہراول دستہ ہیں جو میدان جنگ میں سب سے پہلے اترتے ہیں، سرد گرم حالات کا سب سے پہلے وہی مقابلہ کرتے ہیں، ہم جیسے کتب خانوں میں بیٹھے لوگ انہی کی محنتوں کا ثمرہ ہے، شیخ کی یہ بات میرے لیے کچھ عجیب سی تھی جو اس وقت سمجھ میں نہ آئی مگر آہستہ آہستہ غور کرنے پر عقدہ کھل گیا کہ واقعی میدان تبلیغ میں شیر تو واعظین ہی ہوتے ہیں یہ الگ بات ہے آج کل کے اکثر اشتہاری واعظین بے محنت ہوتے جارہے ہیں، سابقہ علماء کی ریکارڈ شدہ تقاریر من وعن سناتے رہتے ہیں جبکہ ہمارے موصوف اس بیماری سے بالکل پاک تھے اور ایسا واعظ جو مدرس بھی ہو اور مصنف بھی وہ پھر سونے پہ سہاگہ والی بات ہوتی ہے۔

یہاں میں جس شخصیت کا تذکرہ کرنے جارہا ہوں وہ موصوف بھی انہی اوصاف سے متصف تھے اور حقیقت میں بھی اللہ کے شیر تھے۔ جماعتی رسائل وجرائد میں ان کے لیے اور ان کی والدہ محترمہ کے لیے احباب وقارئین سے دعائے صحت کی درخواست کی گئی تھی مگر اگلا شمارہ آنے سے پہلے بلکہ اپنی والدہ سے بھی پہلے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے انا للہ و انا الیہ راجعون۔

میری مراد مولانا حافظ قاری محمد اسماعیل اسد (حافظ آبادی) ہیں اگرچہ وہ نام کے حافظ آبادی تھے مگر ہم نے انہیں سیالکوٹ میں ہی دعوت وتبلیغ میں مصروف عمل دیکھا۔

ابتدائی تعلیم وحالات:

قاری محمد اسماعیل اسد رحمۃ اللہ علیہ 1941ء میں تحصیل ویرو وال ضلع امرتسر (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی مولانا حکیم محمد ابراہیم رحمہ اللہ نہایت مذہبی، صالح اور باعمل عالم دین تھے۔ قاری صاحب ابھی دوسری جماعت میں تھے کہ قیام پاکستان کا اعلان ہو گیا، آپ اپنے خاندان کے ساتھ ہجرت کر کے پاکستان کے شہر حافظ آباد میں سکونت پذیر ہوئے۔ آج جہاں جامع مسجد قدس اہل حدیث حافظ آباد کھڑی نظر آتی ہے یہاں کبھی ہندوؤں کے دو بڑے بڑے مندر ہوا کرتے تھے، حافظ محمد ابراہیم باقی پوری رحمہ اللہ، مولانا ابوالحسن، حافظ محمد یحییٰ حافظ آبادی اور قاری محمد اسماعیل اسد کے والد محترم مولانا حکیم محمد ابراہیمؒ نے علاقہ کے نوجوانوں کے ساتھ مل کر ان مندروں کو مسمار کرتے ہوئے راتوں رات ملبہ ہٹا کر مسجد کی بنیاد رکھ دی اور اسی رات کی صبح کو اذان فجر پڑھ کر نماز فجر بھی ادا کر دی مندر گرائے جانے کے لیے سب سے پہلی ضرب لگانے کا شرف قاری صاحب کے والد محترم مولانا حکیم محمد ابراہیم کو حاصل ہوا۔ بعدازاں قاری صاحب نے اسی مسجد میں حافظ سراج دینؒ (جو اس وقت تو بریلوی مسلک سے تعلق رکھتے تھے بعد میں اللہ تعالیٰ نے انہیں عمل بالحدیث کی طرف راغب فرمایا تو باقاعدہ مسلک اہل حدیث قبول فرمالیا) سے قرآن پاک حفظ کیا۔ موصوف بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ 1953ء میں مولانا حافظ محمد یحییٰ حافظ آبادی اور قاری صاحب کے والد محترم حکیم محمد ابراہیم رحمہ اللہ تحریک ختم نبوت کے تحت پس دیوار زنداں چلے گئے تو نماز تراویح میں قاری محمد اسماعیل اسد کو اپنا پہلا مصلیٰ حضرت مولانا حافظ محمد یحییٰ رحمہ اللہ کی مسجد ''مبارک'' میں سنانے کا اعزاز حاصل ہوا، انہی دنوں میاں فضل حق مرحوم (ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان) کی معاونت سے جامع مسجد مبارک حافظ آباد میں دینی مدرسہ ''دارالحدیث محمدیہ'' کا اجراء ہوا، بطور مدرس پہلے معلم مولانا فضل الرحمٰن کلیم کاشمیریؒ تعینات ہوئے۔ موصوف حضرت العلام حافظ محمد گوندلویؒ اور امام العصر مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ کے

شاگرد تھے۔

درس نظامی کی تعلیم کے لیے قاری صاحب نے بھی یہیں داخلہ لے لیا، صرف ونحو کی ابتدائی کتب مولانا فضل الرحمٰن کلیمؒ سے پڑھیں جبکہ درس بخاری کا سبق شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مشتاق احمدؒ (ڈیرہ غازیخان والے) سے لیا جو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالتواب محدث ملتانیؒ کے شاگرد تھے ان کے علاوہ علامہ حافظ محمد یوسف گکھڑویؒ اور مولانا ڈاکٹر عبدالرشید اظہر حفظہ اللہ بھی اسی مدرسہ میں مدرس رہے، امتحانات کے لیے مولانا شرف الدین دہلویؒ (جو شیخ الکل سید نزیر حسین محدث دہلویؒ کے شاگرد تھے) تشریف لاتے تھے، فاضل عربی کے امتحانات کی تیاری کے لیے مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے "مدرسہ تقویۃ السلام" شیش محل روڈ لاہور آنا پڑا یہاں قاری صاحب نے مولانا محمد اسحاق حسینوی رحمہ اللہ اور مولانا عبدالرشید مجاہد آبادیؒ سے کسب فیض پایا اس کے بعد کچھ عرصہ کے لیے مولانا انور شاہ کاشمیری کے شاگرد مولانا محمد چراغ کے مدرسہ جامعہ عربیہ گوجرانوالہ میں بھی زیر تعلیم رہے، طب یونانی کے لیے پاکستان طبیہ کالج ریلوے روڈ لاہور سے سندِ فراغت حاصل کی۔

عملی زندگی کا آغاز:

علمی زندگی کے لیے کراچی چلے گئے، وہاں امام عبدالستار دہلویؒ کے زیر سایہ خطابت اور درس وتدریس کا آغاز کیا۔ حافظ محمد اسماعیل روپڑی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد "قیوم منزل" کراچی میں ان کے مصلّٰی پر جہاں موصوف سالہاسال سے رمضان المبارک میں قرآن پاک سناتے تھے قاری صاحب کو بھی ایک عرصہ تک وہاں قرآن پاک سنانے کی سعادت نصیب ہوئی، قاری صاحب کے دروس کے پروگراموں کا اشتہار کراچی کے روزنامہ میں چھپتا اس کے علاوہ اپنے کراچی قیام کے دوران اس دور میں ہونے والی سات روزہ "اہل حدیث کانفرنس" کے انعقاد کا بھی موقع ملا

سیالکوٹ آمد:

کراچی چونکہ گھر سے بہت دور تھا اس لیے والدین کی خواہش پر واپس پنجاب آگئے، پہلے سرگودھا پھر سیالکوٹ آگئے۔ سیالکوٹ میں جامع مسجد اہل حدیث محلہ احمد پورہ جو شہید ملت علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ کا آبائی محلہ تھا، میں خطابت کا آغاز کیا۔ اس دوران ایک کتاب "الکلمۃ الکفیہ فی قراءت سورۃ الفاتحہ" لکھی، یہ کتاب بار ہا زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہے۔

29 مارچ 1974ء کو مرکزی جامع مسجد اہل حدیث پل ایک میں خطابت اور درس وتدریس کا آغاز کیا، اللہ تعالیٰ نے بہت جلد اہل علاقہ کی محبت ان کے مقدر کر دی۔ امام العصر مولانا محمد شریف سیالکوٹی رحمہ اللہ کی رحلت کے بعد دعوت وتبلیغ کا کام بھرپور طریقہ سے اسی انداز میں جاری رکھنے کی سعادت جو قاری محمد اسماعیل اسد رحمہ اللہ کو نصیب ہوئی وہ کسی اور کا مقدر نہ بن سکی۔ قاری صاحب نے اپنے ایام کار کے دوران پہلے نو سال تک نماز فجر کے بعد بلاناغہ درسِ قرآن دیا پھر ایک دینی مدرسہ "دارالحدیث" کے نام سے اسی مسجد میں شروع کیا۔ پہلی جماعت سے لے کر بخاری شریف تک کے تمام اسباق خود پڑھاتے، دینی مدرسہ کا تسلسل 1982ء تک جاری رہا، اس کے بعد غیر فعال ہو گیا، قاری اسماعیل اسد کے شاگردوں میں پروفیسر مولانا سعید کلیروی "مولانا فاروق اصغر" اور مولانا محمد اسلم بٹر قابل ذکر ہیں اس دوران قاری صاحب کو سالانہ عظیم الشان اہل حدیث کانفرنسز کے انعقاد کا بھی خوب موقع ملا، جسے وہ ہر سال پورے تزک احتشام سے منعقد کرواتے تھے، آپ نے جس بھرپور انداز میں دین کا کام کیا شاید یہی وجہ ہے کہ آج جامع مسجد اہل حدیث پل ایک کے گردونواح اور قصبات و دیہات میں لاتعداد اہل حدیث مساجد تعمیر ہو چکی ہیں اور ہنوز یہ سلسلہ جاری وساری ہے یہ اسی اخلاص کا ردعمل ہے۔

مرکزی جامع مسجد اہل حدیث پل ایک کے متعلق ایک کارنامہ:

مرکزی جامع مسجد اہل حدیث پل ایک کی دائیں مشرقی جانب والی پراپرٹی علاقہ کی ایک معروف سماجی کارکن خاتون امینہ غنی کی ملکیت تھی۔ حافظ محمد شریف رحمہ اللہ کی زندگی بھر یہ کوشش رہی کہ مذکورہ پراپرٹی مسجد کے لیے خرید لیں مگر ایسا نہ ہو سکا، حافظ محمد شریف رحمہ اللہ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد امینہ غنی نے ایک خاص منصوبہ کے تحت مسجد کی انتظامیہ کو راضی کر لیا کہ مسجد کی توسیع اور اس کے انتظامات کا اختیار اگر اسے دے دیا جائے تو وہ اپنی جائیداد مسجد کے زیر انتظام ٹرسٹ میں دے دی گی۔ مسجد انتظامیہ کے بزرگ عہدہ داروں کی ایک میٹنگ بلائی گئی، اس مجلس میں قاری صاحب بھی مدعو تھے، تمام بزرگوں نے مذکورہ خاتون کو مبارکباد یں دیں جب قاری صاحب کی باری آئی تو قاری صاحب نے فرمایا محترمہ یہ مسجد اور اس مسجد کی انتظامیہ اور ہم سب مسلکاً اہل حدیث ہیں، ہماری جماعت اہل حدیث ایک خود مختار مذہبی جماعت ہے۔ جس کا اپنا دستور اور لائحہ عمل ہے اس دستور کے تحت آپکو ہماری جماعت اہل حدیث کا رکنیت فارم پُر کرنا ہوگا اس

کے بعد توسیع سمیت مسجد کے تمام انتظام و اختیارات ہم آپ کو دے دیں گے، امینہ غنی قاری صاحب کی بات سن کر بھڑک اٹھی اور کہنے لگی کہ میں اجتماعیت کی بات کرتی ہوں اور آپ فرقہ واریت کی بات کرتے ہیں، یہ بات میرے منشور کے خلاف ہے۔ قاری صاحب نے فرمایا ہمارا منشور آپکے منشور سے متصادم ہے لہٰذا اپنی مسجد کی توسیع اور انتظامات ہم خود کرتے آرہے ہیں اور خود ہی کرتے رہیں گے آپ کے تعاون کی کوئی ضرورت نہیں 1977ء کی تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں بھی قاری صاحب نے بھرپور حصہ لیا سیالکوٹ میں بڑے بڑے جلسوں اور اجتماعات میں ایمان افروز خطاب کیے اور حکومتی رویہ کے خلاف نکلنے والے جلوسوں کی قیادت کی اور کئی بار اسی جرم میں پولیس گرفتار کرنے کے لیے جامع مسجد اہل حدیث پل ایک آئی مگر ناکام لوٹی۔

عظیم الشان کانفرنس کا آغاز اور تسلسل:

ایک اطلاع کے مطابق جامع مسجد اہل حدیث پل ایک پر ہونے والی سالانہ عظیم الشان کانفرنس دراصل ہندوستان میں شروع ہونے والی اہل حدیث کانفرنس کا تسلسل ہے۔ جس کا آغاز مناظر اسلام فاتح قادیان مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے امرتسر میں کیا تھا، جس میں اس دور کے جید علماء وشیوخ شرکت فرماتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد امام العصر مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ کے شاگرد حافظ محمد شریف سیالکوٹی رحمہ اللہ نے جامع مسجد اہل حدیث پل ایک سیالکوٹ میں اسی تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے کانفرنس کا انعقاد جاری رکھا، یہ کانفرنس ملکی تاریخ کی سب سے پرانی اور معروف کانفرنس ہے۔ اس کانفرنس کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ ملک کے ہر اہل حدیث عالم کو یہاں سے دعوت سخن دی گئی، اس سال 2011ء میں ہونے والی کانفرنس طبع شدہ اشتہار کے مطابق 103 ویں سالانہ کانفرنس تھی۔ حافظ محمد شریف سیالکوٹی رحمہ اللہ کے بعد اس عظیم الشان کانفرنس کا جاری رہنا دراصل قاری حافظ محمد اسماعیل اسد صاحب حافظ آبادی کی ہی مرہون منت ہے۔ قاری صاحب نے اپنے ایام کار کے دوران ایک مرتبہ گزشتہ سال فوت ہونے والے بین الاقوامی شہرت کے حامل مفسر قرآن ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کو بھی کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی جوانہوں نے قبول کی اور شرکت بھی فرمائی۔ شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز رحمہ اللہ کے ساتھ قاری صاحب کا تعلق نہایت عقیدت مندانہ تھا، مولانا سے ملاقات کے لیے قاری صاحب اکثر مدرسہ میں تشریف لاتے تھے، مولانا کی وفات کے بعد بھی مدرسہ میں قاری صاحب کی آمد ورفت برابر جاری رہی۔ خوش شکل، خوش الحان، خوب رو، کشادہ پیشانی، چوڑا سینہ، تقریر کے لیے کھڑے ہوتے تو محسوس ہوتا کہ۔

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
رن تو ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے

حالیہ رمضان المبارک میں تشریف لائے تو بندہ ناچیز کے لیے کامل محبت اور پورے اخلاص کے ساتھ دو بوتل شربت بادام لے کر آئے، جنہیں یہ کہہ کر پیش کیا کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے تیار کیا ہے اور ساتھ ہی اپنی والدہ محترمہ کی صحت یابی کے لیے دعا کی بھی درخواست کی۔ مولانا حافظ قاری محمد اسماعیل صاحب اسد رحمۃ اللہ علیہ سیالکوٹ میں جماعت اہل حدیث کے ان مخصوص افراد میں سے تھے کہ جن کے تذکرے کیے بغیر تاریخ سیالکوٹ ادھوری اور نامکمل ہوگی۔

حالیہ مصروفیات:

قاری صاحب اپنے علاقہ حافظ آباد میں اپنے والد محترم کی مسند جامع مسجد مبارک اہل حدیث میں خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ اس کے علاوہ والد صاحب کے نام سے ہی موسوم مدرسہ "جامعہ ابراہیمیہ للبنات" حافظ آباد میں تدریسی خدمات پر معمور تھے کہ بلاوا آگیا اور خالق حقیقی سے جا ملے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وسائل کے باوجود جماعتی سطح پر سیالکوٹ سے دس افراد کا قافلہ بھی نماز جنازہ میں شرکت نہ کرسکا، انفرادی طور پر چند احباب شریک ہوئے۔

مورخہ 11-11-12 کو جماعتی تڑپ رکھنے والے شریک جنازہ نوجوان محترم یاسر منیر صدیقی کا پیغام بذریعہ موبائل فون موصول ہوا۔ نذر قارئین ہے کہ کل مجھے شیخ الحدیث قاری محمد اسماعیل اسدؔ حافظ آبادی کے جنازہ میں شمولیت کا موقع میسر آیا مگر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے قائدین اور اہل حدیث یوتھ فورس کے قائدین کی عدم شمولیت وہاں موجود تمام اہل حدیثوں کے لیے لمحہ فکریہ تھی مسلک کے ایسے نڈر بے باک مجاہد کی خدمات مدتوں یادرہیں گی۔ اللھم اغفروارحم وانت الاغر الاکرم، اللھم انك عفو تحب العفوفاعف عنی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے اور ان کی زندگی بھر کی لغزشوں سے درگزر فرما کر عفو وکرم کا معاملہ فرمائے۔ آمین

☆..........☆..........☆

مولیٰ اور ولی کون؟

مولانا محمد اسحاق حقانی...... مدرس جامعہ اہل حدیث لاہور

لفظ مولیٰ اور ولی مصدر ولایۃ سے نکلا ہے جس کا معنی قربت، دوستی نصرت، محبت اور حکومت اور اختیار ہے اور اس سے لفظ 'ولاء' ہے جس سے مراد وہ رشتہ اور تعلق ہے جو آقا اور غلام کے درمیان ہوتا ہے۔ جب آزاد کردہ غلام لاوارث فوت ہو جائے اور اس کا کوئی نسبی یا صلبی وارث نہ ہو تو آزاد کرنے والا آقا اس کا وارث ہوگا۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خرید کر آزاد کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس نے اپنے آقا سے بات کی تو اس نے کہا کہ بے شک وہ تمہیں قیمت دے کر آزاد کر دے مگر یہ تعلق (ولاء) ہمارے پاس رہے گا تو آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ ولاء کا تعلق آزاد کرنے والے کے ساتھ ہے جس نے قیمت ادا کی، اسی سے اولیٰ اسم تفضیل ہے جس کا معنی زیادہ قریب۔ قرآن مجید میں ہے ان اولى الناس بابراهيم للذين اتبعوه (آل عمران: ۶۸) "ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جو اس کے پیروکار ہیں۔" اسی سے مولیٰ جس کا معنی مالک، مختار غلام، آزاد کرنے والا، آزاد شدہ، ساتھی، قریبی، رشتے دار، ہمسایہ، حلیف، مہمان، ساتھی اور بھانجہ ہے جبکہ حقیقی مالک ومختار تو صرف اللہ ذوالجلال کی ذات اقدس ہے جس کے پاس تمام اختیارات ہیں اور اس کے اصل اختیارات میں کوئی دوسرا شریک وساتھی نہیں۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے وان تولوا فاعلموا ان الله مولكم نعم المولى ونعم النصير (الانفال: ۴۰) "اگر یہ لوگ تیری نصرت سے منہ پھیر لیں تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا مالک ومختار حامی وناصر ہے جو بہترین کارساز اور بہترین مددگار ہے۔" مولیٰ کا اصل اطلاق اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ دوسروں کے لیے مولیٰ کا لفظ دوست، ساتھی، آقا و غلام کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اگر مخلوق میں کسی کے لیے اس لفظ کو مالک ومختار اور مشکل کشاء کی نیت سے بولا جائے تو یہ شرکیہ کلمہ ہوگا، ہاں اگر دوست، آقا، غلام کا معنی لیا جائے تو پھر شرک نہیں ہوگا مگر ایسے دو معنی لفظ سے بچاؤ ہی بہتر ہے۔ اکثر رافضی مولیٰ علی کے ساتھ مشکل کشاء علی بھی پکارتے ہیں جو کہ شرعاً شرک ہے۔ مولیٰ بمعنی دوست صرف علیؓ کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ دوسروں کے لیے بھی اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے اپنے متبنی حضرت زید بن حارثہؓ کو فرمایا تھا انت مولاي ومني جبکہ لوگ اس کو زید بن محمد کہتے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا کہ کسی لفظ کو پکارنے سے اس کے اصل معنی نہیں ہو جاتے۔ بیوی کو ماں کہنے سے وہ ماں نہیں ہو جاتی اور بیٹا کہنے سے وہ حقیقی بیٹا نہیں بن جاتا یہ صرف تمہارے منہ کی باتیں ہیں، اللہ حق فرماتے ہیں اور سیدھا راستہ دکھاتے ہیں، (الاحزاب) منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح ہو سکتا ہے اور ظہار (ماں کہنے) کا کفارہ ادا کر کے حقوق زوجیت حاصل ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ (متبنی) کو ان کے باپ کے نام سے پکارو یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل انصاف ہے اگر تمہیں انکے باپ کا علم نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور مولیٰ (دوست، آزاد کردہ) جو تم غلطی سے پکارو تو گناہ نہیں مگر جان بوجھ کر پکارنا (برا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ غلام اپنے مالک کو مولیٰ نہ کہے بلکہ سید کہے۔ اسی طرح مالک اپنے غلام کو عبدی اور اَمَتی نہ کہے بلکہ فتایٰ اور فتاتی کہے۔ ولایت سے ولی ہے، اس کا معنی بھی کارساز اور دوست ہوتا ہے جبکہ حقیقی کارساز اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ الله ولي الذين امنوا يخرجهم من الظلمات الى النور والذين كفروا اولياءهم الطاغوت (البقرة: ۲۵۷) "اللہ اہل ایمان کا کارساز ہے ان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور کافروں کا کارساز طاغوت ہے۔" والله اعلم باعدائكم و كفى بالله وليا و كفى بالله نصيرا۔ (النساء: ۴۵) "اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور اللہ کافی ہے کارساز اور اللہ کافی ہے مددگار۔" دوست کے معنی میں ارشاد گرامی ہے کہ وہ (کافر) منافق چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی طرح کافر ہو جاؤ تا کہ تم ان کی طرح (برابر) ہو جاؤ، ان میں سے دوست نہ بناؤ (النساء: ۸۹) مومن مومنوں کے علاوہ دوست نہ بنائیں کفار کو (آل عمران: ۲۸) حدیث مبارکہ میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "بندہ خالص ایمان نہیں پائے گا جب تک اللہ کے لیے محبت اور دشمنی نہیں رکھے گا، اللہ کے لیے محبت اور دشمنی سے ہی اللہ کی محبت کا حق دار ہوگا" (احمد، طبرانی)

فاذا احب لله وابغض لله فقد استحق الولاية لله ☆☆☆

بقیہ: الاستفتاء

باقی رہا سلام کے بعد ہاتھ کب چھوڑے جائیں، حدیث میں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ۔ نماز میں جائز کاموں (کلام کرنا، کھانا وغیرہ) کو تکبیر تحریمہ حرام کر دیتی ہے اور انہی حرام اشیاء کو پھر سلام حلال کر دیتا ہے یعنی نماز کو صرف سلام کے ساتھ ہی ختم کیا جا سکتا ہے۔ [صحيح ابو داود رقم الحديث ۵۷۷ باب الامام يحدث مايرفع راسه من آخر ركعة] كَانَ يَخْتِمُ الصَّلَاةَ بِالتَّسْلِيمِ۔ رسول اللہ ﷺ نماز کو سلام کے ساتھ ختم کرتے تھے [مسلم كتاب الصلاة باب ما يجمع صفة الصلاة وما يفتح به] نماز کوئی بھی ہو، فرض ہو یا نفلی ہو یا جنازہ اس کو صرف سلام کے ساتھ ہی ختم کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ نمازی، نماز جنازہ میں جب ایک طرف سلام پھیرنے سے فارغ ہو جائے تو اپنے ہاتھوں کو کھولے اگر امام نے ایک جانب سلام پھیرا ہے تو ایک جانب سلام پھیرنے کے بعد اپنے ہاتھوں کو کھولے اگر امام نے دونوں طرف سلام پھیرا ہے تو پھر مقتدیوں کو دونوں طرف سلام پھیر کر ہاتھ کھولنے چاہئیں۔ فقط

مولانا معین الدین لکھویؒ

پروفیسر عبدالحکیم سیف

مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ پیکر شرافت و دیانت، مجسمہ خلوص علم و عمل تھے۔ یہ مختصر تحریر حضرت مولانا معین الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے محاسن کا احاطہ نہیں کر سکتی اس کے لیے بلا مبالغہ ایک دفتر درکار ہے۔

حضرت مولانا معین الدین لکھوی کی دینی خدمات کا دائرہ نہایت وسیع اور لامتناہی بلندیوں کا حامل ہے۔ انہوں نے جماعتی امارت، نیشنل اسمبلی کی رکنیت، جامعہ محمدیہ کی نظامت اور ملک بھر کے بے شمار مقامات پر خطاب کیے اور اصلاح ملت، اسلام کی بالادستی اور قرآن و سنت کے نفاذ کے لیے بے مثال جدوجہد و کاوش کی۔ ان کی زبان میں تاثیر، ان کے بیان میں علمیت و خلوص کا وہ جوہر تھا جو لوگوں کے دل میں اتر تا تھا، ان کو خاندانی وجاہت، ذاتی شرافت و نجابت کے وہ اوصاف قدرت کی طرف سے ملے تھے کہ جو حاضرین و سامعین کو بے حد پُر تاثیر اور قبولیت و سر تسلیم خم کرنے پر مجبور تھے وہ جماعت میں بے حد پاپولر اور مقبول تھے اور ان کی شخصیت لوگوں کے لیے ایک عظیم رہنما اور رہبر کا درجہ رکھتی تھی۔

مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ دیانت و صداقت و شرافت کا مجسمہ تھے۔ مخالفین کے لیے بھی کلمہ خیر کہتے اور غیبت و بدگوئی سے بے حد نفرت کرتے تھے، ان کی مجلس میں اول تو کسی کو بدگوئی کی جرأت نہ ہوتی اور اگر ایسی سرزد ہوتی تو ٹوک دیتے اور سختی سے روکتے تھے۔ میں نے مولانا کو نہایت قریب سے دیکھا اور سالہا سال انکے ساتھ تنظیمی کاموں میں مصروف رہا میں نے ان کو زاہد و عابد شب زندہ دار پایا، نہایت، متواضع حلیم الطبع اور متقی مزاج تھے، ان کی شفقت و توجہ صرف اپنے انتخابی حلقہ تک محدود نہ تھی بلکہ وہ بلا امتیاز ملک کے ہر علاقہ کے جماعتی اور غیر جماعتی اپنوں اور پرایوں کے کام آتے تھے۔ اتحاد و ملت کے داعی اور دینی جماعتوں میں اتحاد و اتفاق برقرار رکھنے کی جدوجہد کرتے تھے، یہی وجہ تھی کہ آپ تمام حلقوں میں احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ وہ جماعت اہل حدیث کے نہایت جید عالم دین تھے مگر ان میں تعصب و نفرت کا شائبہ بھی نہ تھا، وہ تمام دینی جماعتوں اور تمام تر پارٹیوں اور علاقہ کے متعدد حلقوں میں بے حد احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

حضرت مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ نہایت صاف ستھری شخصیت کے مالک تھے، جس طرح وہ دیکھنے میں ظاہری طور پر خوبصورت شخصیت تھے اسی طرح سیرت و کردار میں نہایت شائستہ اور بے حد مہذب تھے۔ انہوں نے ایک لمبے عرصے تک اقتدار میں وقت گزارا، حکمرانوں کے ساتھ قریبی رابطے میں رہے مگر انہوں نے دوسرے لوگوں کی طرح کوئی ناجائز مفاد حاصل نہیں کیا۔ مولانا صدر ضیاء الحق مرحوم کے کافی قریب تھے مگر وہ ان قربتوں کو دین و ملت کے مفاد کے لیے استعمال کرتے تھے، ذاتی مفاد حاصل نہیں کیا۔ کئی مواقع پر حکمرانوں کی خصوصی مجالس میں نہایت جرأت و دلیری سے حق بات کہی اور جو کوئی اور نہ کہہ سکتا تھا وہ آپ نے کہی اور ایسا کیوں نہ ہوتا جو شخص توحید الٰہی سے منسلک ہو اور خوف خدا سے سرشار ہو اسے غیر اللہ کا ڈر خوف کیونکر لاحق ہو سکتا ہے اور جو شخص سچے رب کے سامنے سجدہ ریزہ ہو گا وہ دوسروں کی چوکھٹ پر کس طرح دراز ہو سکتا ہے۔ کبر و ریاکاری کے لیے ان کے حسن و کردار میں کوئی جگہ نہ تھی، اپنی چال ڈھال وضع قطع، رہن سہن اور گفتار و کردار میں میانہ روی اعتدال کی راہ پر چلتے رہے کم گو بھی تھے اور کم خوراک بھی، بے حد محنتی تھے تمام دن مصروف رہتے مگر گھبراہٹ یا تھکاوٹ پاس نہ پھٹکتی تھی۔ آخری عمر میں لمبے عرصے تک بیمار رہے مگر بے حد صبر و رضا کے ساتھ زندگی بسر کی اور اچھی مثال قائم کی، لمبی عمر پائی، دنیا کی رعنائیاں بھی دیکھیں اور دین کی اعلیٰ منزلیں بھی طے کیں مگر دونوں میدانوں میں احکام الٰہی کی بجا آوری کو مقدم رکھا۔ سیاسی میدان میں بعض دفعہ ناکامی بھی ہوئی مگر جھنجلائے نہیں اور نہ ہی گھبراہٹ کا اظہار کیا ہر حال میں رب کریم کی رضا و تسلیم کے ساتھ زندگی بسر کی، مولانا ایک مثالی شخصیت تھے۔

مولانا معین الدین لکھویؒ دینی و اسلامی قوتوں اور جماعت اہل حدیث کا عظیم سرمایہ تھے جن کی ناقابل فراموش دینی و ملی خدمات کو تادیر یاد رکھا جائے گا۔ انہوں نے بحیثیت امیر جماعت دینی جماعتوں کے اتحاد کے اہم رہنما، جامعہ محمدیہ اوکاڑہ کی طویل ترین نظامت اور ایم این اے کی سیاسی حیثیت میں ملک و ملت و جماعت اہل حدیث کی شاندار خدمات انجام دیں جو انکے لیے صدقہ جاریہ ہیں (ان شاء اللہ) ان کے انتقال پر یہاں کوٹ رادھا کشن کی تمام مساجد خصوصاً جامعہ محمدیہ قدوسیہ میں ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی گئی اور مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی گئی۔ پروفیسر مولانا عبدالحکیم سیف، مولانا فیض اللہ غوری، حافظ محمد زکریا عاصم، مولانا یوسف ربانی، قاری محمد احمد و دیگر علماء نے انکے انتقال کو ملک و ملت کے لیے ناقابل تلافی نقصان قرار دیا اور احباب و اعزہ متعلقین محبین سے اظہار تعزیت کیا اور تمام پسماندگان کے لیے صبر جمیل اور اجر عظیم کی دعا کی ہے۔

نیز اس موقع پر معروف عالم دین حافظ محمد سعید خان کے انتقال پُر ملال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا اور ان کے لیے بھی دعائے مغفرت کی گئی۔ دعا ہے جتنے بھی مسلمان اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں اللہ پاک ان کے گناہوں کو معاف کر کے جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین

جماعتی خبریں

ڈائری جماعت اہل حدیث گوجرانوالہ

دین اسلام کی تبلیغ وترویج اور مشن سلطان المناظرینؒ کی آبیاری کے لیے شیخین کریمین روپڑی برادران کی ولولہ انگیز قیادت میں کارکنان جماعت اہل حدیث ملک بھر میں ایک منظم طریقہ سے مصروف عمل ہے گوجرانوالہ یونٹ نے الحمدللہ ہر میدان میں اپنی عملی جدوجہد کے پیش نظر اپنے قائدین کے دل جیتے ہیں اور صوبائی امیر میاں محمد سلیم شاہد کی سرپرستی نے کارکنان کے بلند وبالا حوصلوں کو ایک نئی جلا بخشی ہے۔

رواں مہینے میں مختلف طبقہ فکر کے لوگوں سے جماعتی وفود نے ملاقاتیں کیں اور ساتھ ساتھ تبلیغی میدان میں بھی پیش پیش رہے، بذات خود میاں صاحب نے شہر کے دو مختلف بارونق مقامات پر خطبہ جمعہ کے اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے لوگوں کو جماعت اہل حدیث کے پلیٹ فارم پر متحد ہونے کی دعوت فکر پیش کی۔ اس کے علاوہ ضلع بھر کی مساجد میں تبلیغی اجتماعات منعقد کیے، مسجد آفاق اہل حدیث مدنی روڈ میں راقم الحروف نے عظمت والدین، مسجد سلفیہ اہل حدیث رشید کالونی میں ناظم تبلیغ جناب عبدالوحید ساجد نے فکر آخرت، مسجد البدر اہل حدیث اعوان چوک میں نائب ناظم مولانا ظفر اقبال ربانی نے شان صدیق اکبرؓ، مسجد حسن بن علیؓ اہل حدیث عرفات کالونی میں مولانا ابرار ظہیر نے مقام صحابہؓ، مرکز اصحاب صفہؓ اہل حدیث رحمت پارک میں صوبائی نائب امیر مولانا محمد افضل سلفی نے آزمائش، مسجد ابوبکرؓ اہل حدیث یوسف پورہ میں، صوبائی سیکرٹری اطلاعات حافظ عبدالقدیر بٹ نے صبر واستقلال اور مسجد نصرت اہل حدیث گلستان کالونی میں میاں محمد سلیم شاہد نے اصلاح معاشرہ کے عنوان پر خطاب کیا تمام پروگرامز میں صوبائی امیر میاں سلیم شاہد صاحب راقم کے ہمراہ شریک ہوئے اور مقررین کی حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ ہماری ان تبلیغی سرگرمیوں سے متاثر ہو کر مولانا عطاء اللہ قصوری اور مولانا عبدالقیوم ربانی آف کوٹ اسحٰق نے جماعت میں شمولیت کا اعلان کیا۔ دریں اثناء صوبائی امیر نے جماعتی وفد کے ہمراہ شیر ربانی مولانا قاری محمد حنیف ربانی سے ان کی رہائش گاہ پر جا کر ملاقات کی اور ان کی ہمشیرہ محترمہ کی وفات پر ان سے اظہار تعزیت کیا اور حضرت الامیر حافظ عبدالغفار روپڑی کا تعزیتی پیغام بھی دیا۔ کارکنان کے ایک اجلاس سے گفتگو کرتے ہوئے میاں صاحب نے اس عزم کا اظہار کیا کہ ہم صوبہ پنجاب کے ہر شہر اور گاؤں تک اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے پہنچنے کا ارادہ رکھتے ہیں، اگر آپ دوستوں کا اخلاص اور تعاون شامل حال رہا تو ان شاء اللہ میں پنجاب بھر میں جماعت اہل حدیث کے یونٹس قائم کر کے اپنی تنظیم کو فعال بناؤں گا اس موقع پر انہوں نے سابقہ کارکردگی پر تمام ذمہ داران جماعت کا شکریہ ادا کیا۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہماری ان کاوشوں کو فقط اپنی رضا کے حصول کے لیے قبول فرمائے اور ریاکاری، خود پسندی کی شرانگیزیوں سے محفوظ فرما کر اخلاص کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین ثم آمین

(منجانب: ابوثوبان محمد سلیمان شاکر گوجرانوالہ)

تعزیتی اجلاس

گزشتہ ایام میں یکے بعد دیگرے چند علمائے کرام واحباب جماعت کی وفات نے بڑا خلاء پیدا کر دیا ہے جو یقیناً پر ہوتا نظر نہیں آتا مفکر اسلام مولانا معین الدین لکھویؒ، حافظ محمد اسماعیل اسد حافظ آبادیؒ، حافظ محمد سعید بھوئے آصل، ماسٹر رحمت اللہ ناظم دفتر مرکزی جمعیت اہلحدیث، ماسٹر محمد سعید ببرکھائی، اہلیہ محترمہ حافظ عبداللہ شیخوپوریؒ، ودیگر احباب مرد وعورت کے لیے شیخ الحدیث مولانا یوسف حفظہ اللہ نے ایک تعزیتی اجلاس میں مرحومین کی دینی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا اور دعا کی کہ اللہ رب العزت ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

(شریک غم: عنایت اللہ امین مدرس دارالحدیث راجووال)

ضرورت رشتہ

ایک اہل حدیث لڑکی کے لیے اہل حدیث، نمازی لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ لڑکی کی تعلیم ایف اے، عمر 24 سال اور رنگ گندمی ہے۔

(رابطہ نمبر 0322-7714877)

اعتذار

تنظیم اہلحدیث کے شمارہ نمبر 49 جلد 55 ص 11 کالم 1 سطر 3 پر مولانا محمد ارشد کمال کے مضمون کی اصل عبارت ''شرک کا استعمال نہ کریں'' صحیح جملہ ہے اور ص 11 پر ہیڈنگ ''شرک کی مذمت'' درست ہے۔ لہٰذا قارئین تصحیح فرمالیں ادارہ ان دونوں غلطیوں پر معذرت کرتا ہے اللہ تعالیٰ سے بھی معافی کا طلبگار ہے۔ (ادارہ)

WEEKLY LAHORE
TANZEEM AHL-E-HADITH
فون مرکز سوئل (042) 5854010
فون مدیر اعلیٰ 6581025
تنظیم اہلحدیث (042)
C.P.L - 104

☆ خوشخبری ☆
جامعہ اہلحدیث لاہور کا
سعودی جامعات سے الحاق

سلف صالحین کے طریق کار کا علمبردار

☆ رئیس الجامعہ ☆
حافظ محمد جاوید روپڑی

جامعہ اہلحدیث لاہور

تعارف

جامعہ اہلحدیث چوک دالگراں لاہور الحمد اللہ اپنے تعلیمی معیار اور قابل اساتذہ کے لحاظ سے انفرادی حیثیت کا حامل ہے۔ جس میں 25 قابل اور محنتی اساتذہ تعلیمی فرائض سرانجام دینے پر مامور ہیں۔

قائم کردہ

حضرت العلام حافظ عبداللہ محدث روپڑی ، خطیب پاکستان حافظ محمد اسماعیل روپڑی ورئیس المناظرین حضرت مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی

تاسیس اول: 1914ء شہر روپڑ ضلع انبالہ   تجدید تاسیس: 1949ء لاہور

شعبہ جات

جامعہ ہذا نو شعبوں پر مشتمل ہے۔ 1۔ تحفیظ القرآن الکریم، 2۔ درس نظامی، 3۔ وفاق المدارس السلفیہ، 4۔ دارالافتاء، 5۔ تصنیف والتالیف 6۔ فن مناظرہ، 7۔ دعوت والارشاد، 8۔ کمپیوٹر لیب، 9۔ طب اور اسکے ساتھ ساتھ ایف اے تک عصری تعلیم کا معقول بندوبست۔

سعودی جامعات میں داخلے

جامعہ اہلحدیث سے کے طلباء کے لیے سعودی جامعات میں حصول تعلیم کے مواقع۔

وظائف

ہر ماہ طلباء کے لیے معقول وظائف

سالانہ اخراجات

جامعہ کا سالانہ خرچہ جس میں طلبہ کے قیام وطعام ، ادویات، صابون، اساتذہ کرام وملازمین کی تنخواہوں سمیت تقریباً 71 لاکھ 69 ہزار 756 روپے بنتا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور احباب کے تعاون سے پورا ہوتا ہے۔

تعمیری منصوبہ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور آپ احباب کے تعاون سے بیسمنٹ گراؤنڈ فلور اور فرسٹ فلور پر تدریسی ورہائشی بلاک، کچن اور ڈائننگ ہال تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔ جبکہ مزید دو فلور کی اشد ضرورت ہے جس کا تخمینہ تقریباً 80 لاکھ ہے۔

اپیل: یہ تمام کام اللہ کے فضل وکرم اور احباب کے تعاون سے جاری ہیں اسلئے مخیر حضرات بڑھ چڑھ کر تعاون کا سلسلہ جاری رکھیں۔

☆ ☆ ☆

ترسیل زر کا پتہ
اکاؤنٹ نمبر 7066 یونائیٹڈ بنک لمیٹڈ برانڈرتھ روڈ لاہور پاکستان

منجانب: حافظ عبدالغفار روپڑی ناظم اعلیٰ جامعہ اہلحدیث چوک دالگراں لاہور دفتر نمبر: 0423-7656730 موبائل: 0300-9476230